بچّوں کی

قصص الانبیاءؑ

اوّل

مُرتبہ

اَمۃُ اللہ تسنیمؒ

ناشر

مکتبہ اسلام ۱۷۲/۵۴ محمد علی لین گوئن روڈ لکھنؤ

جملہ حقوق محفوظ

۱۴۳۴ھ ——— ۲۰۱۳ء

نام کتاب: .... قصص الانبیاء

مرتبہ: .... اَمۃ اللہ تسنیم

کمپوزنگ: .... حامد خوشنویس (مجلس تحقیقات ونشریات اسلام، لکھنؤ)

طباعت: .... کاکوری آفسٹ پریس، لکھنؤ

قیمت: .... Rs. 25/-

ملنے کا پتہ

مکتبۂ اسلام، رؤف مارکیٹ، ۴۱ گوئن روڈ، لکھنؤ

- حضرت آدم علیہ السلام
- حضرت نوح علیہ السلام
- حضرت ہود علیہ السلام
- حضرت صالح علیہ السلام

فہرست مضامین

نمبر سلسلہ	عنوان	صفحہ
۱	پیش لفظ ـــــــ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ	۸
۲	حضرت آدم علیہ السلام	۱۲
۳	حضرت آدمؑ ابوالبشر	۱۳
۴	حضرت آدمؑ کی پیدائش	۱۸
۵	ابلیس کا سوال پروردگار کا جواب	۲۵
۶	شیطان کا مکروفریب	۲۷
۷	حضرت آدم کی پریشانی وپشیمانی	۳۱
۸	ہابیل وقابیل	۳۳
۹	ہابیل کی شہادت	۳۶
۱۰	قابیل کی پریشانی	۳۷

نمبرسلسلہ	عنوان	صفحہ
	حضرت نوح علیہ السلام	۴۲
۱۱	حضرت آدمؑ کی اولاد	۴۳
۱۲	شیطان کا حسد	۴۴
۱۳	شیطان کی چال	۴۶
۱۴	شیطان کا مکروفریب	۴۸
۱۵	بزرگوں کی تصویریں	۴۹
۱۶	پتھر کی مورتیاں	۵۱
۱۷	پتھر کے معبود اوران کی پُوجا	۵۳
۱۸	اللہ کی ناراضی	۵۴
۱۹	حضرت نوحؑ کی آمد	۵۶
۲۰	حضرت نوح علیہ السلام	۶۰
۲۱	حضرت نوحؑ کا قوم کو اسلام کی دعوت دینا	۶۱
۲۲	حضرت نوحؑ کی نصیحت	۶۳
۲۳	چند غریبوں کا ایمان لانا	۶۶
۲۳	مال داروں کا قول	۶۸
۲۵	حضرت نوحؑ کوشش کر کے تھک جاتے ہیں	۶۹

نمبرسلسلہ	عنوان	صفحہ
۲۶	دُعا	۷۲
۲۷	کشتی	۷۴
۲۸	طوفان	۷۶
۲۹	حضرت نوحؑ کا لڑکا	۷۸
۳۰	طوفان کے بعد	۸۰
	حضرت ہود علیہ السلام	۸۳
۳۱	قومِ عاد	۸۴
۳۲	عاد کی نافرمانی	۸۷
۳۳	عاد کی سرکشی	۸۹
۳۴	عاد کے محل	۹۲
۳۵	حضرت ہودؑ	۹۴
۳۶	حضرت ہودؑ کی نصیحت	۹۵
۳۷	قوم کا جواب	۹۸
۳۸	حضرت ہودؑ کی نرمی	۱۰۱
۳۹	قوم کا تنگ آکر جواب دینا	۱۰۴

نمبر سلسلہ	عنوان	صفحہ
۴۰	عاد کی دشمنی	۱۰۶
۴۱	عذاب	۱۰۸
	حضرت صالح علیہ السلام	۱۱۵
۴۲	قوم ثمود	۱۱۶
۴۳	ثمود کی نافرمانی	۱۱۸
۴۴	بتوں کے غلام	۱۲۱
۴۵	حضرت صالح علیہ السلام	۱۲۳
۴۶	حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ	۱۲۶
۴۷	امیر کافروں نے غریب مسلمانوں کو بہکانا شروع کیا	۱۲۸
۴۸	ہمارا خیال غلط نکلا	۱۳۰
۴۹	حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحت	۱۳۱
۵۰	اللہ کی اونٹنی	۱۳۴
۵۱	باری باری	۱۳۶
۵۲	ثمود کی دُشمنی	۱۳۸
۵۳	دَردناک عذاب	۱۳۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

از: مولانا عبدالماجد صاحب دریابادیؒ
(مدیر "صدق")

مولانا حکیم سید عبدالحی رائے بریلوی ثم لکھنوی (متوفی ۱۳۴۱ھ) ناظم ندوۃ العلماء ایک عجیب نیک نفس، پاکیزہ صفات بزرگ گزرے ہیں، طبیب ہونے کے ساتھ ساتھ طبیب روحانی بھی ــــ اللہ نے ایک بڑی دولت، اولادِ صالح سے سرفراز فرمایا۔ بڑے صاحبزادہ حکیم حاجی ڈاکٹر عبدالعلی، ایم۔بی۔بی۔ایس، طبابت، ثقاہت، شرافت، فقاہت میں والد ماجد کے نقشِ قدم پر چلے بلکہ ان سے بھی کچھ آگے بڑھ گئے، چھوٹے نے علم و فضل، صلاح و تقویٰ اور صحیح روشن خیالی کی ایک نظیر قائم کردی، صاحبزادی نے "فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُولٍ حَسَنٍ وَّ اَنْبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا" کے مصداق خدمتِ دین کی توفیق ایک نئے رنگ سے پائی۔

ان سے چھوٹے بھائی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب "قصص النبیین للأطفال" اب نہ کسی تعریف کی محتاج، نہ تعارف کی، سلیس شستہ عربی میں پیغمبروں کے سچے سبق آموز، پُر ہدایت حالات، لڑکوں اور بوڑھوں سب کے پڑھنے کے قابل، ان بہن صاحبہ نے یہ کیا کہ انہیں مطالب کو عربی سے اُردو میں منتقل کر دیا ہے اور افادہ کا جو حلقہ پہلے بھی ماشاءاللہ اچھا خاصا وسیع تھا اسے اب وسیع تر کر دیا ہے۔

قصص النبیین اصلاً عربی کے مبتدی طلباء کے لئے خاص تعلیمی نقطۂ نظر سے لکھی گئی اور سرسری نظر سے دیکھئے تو صرف درسی اور تعلیمی کتاب معلوم ہوگی لیکن حقیقتاً علم کلام کی کتاب ہے، ایمان کے مسائل، توحید کے دلائل، جس حسنِ لطافت سے اس کے اندر جمع کر دیئے گئے ہیں، وہ اپنی نظیر آپ ہیں، ادھر زبان، عربی کے اسلوب بیان کے اصول سمجھتی گئی، ادھر قلب ایمان اور قرآن کے حقائق سے منور ہوتا گیا، دماغ نے نشو ونما پائی روح نے بھی بالیدگی محسوس کی۔

اللہ کے ان پیام لانے والوں کو اپنے اپنے زمانہ میں کیسی کیسی مخالفتوں سے دوچار ہونا پڑا، کیسے کیسے معرکے سر کرنے پڑے، اب نوحؑ وابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، یوسفؑ، ہودؑ، صالحؑ، یونسؑ، شعیبؑ، موسیٰؑ، عیسیٰؑ (اللہ کی بے شمار رحمتیں ان سب پر ہوں) تو نظروں کے سامنے موجود نہیں، لیکن ان کی تاریخیں اور سرگزشتیں ہیں اور دورِ جدید

کے منکروں، کافروں کو سب سے زیادہ الجھنیں اسی سلسلہ میں پیش آ رہی ہیں، ادریسؑ کس زمانہ میں ہوئے ہیں، اور ذی الکفلؑ سے کون سی شخصیت مراد ہے، لوطؑ کا ملک کون سا تھا؟ اور طوفانِ نوحؑ کہاں کہاں آیا تھا؟ موسیٰؑ کا معاصر کون سا فرعون تھا یا کون سے فرعون تھے؟ اور عیسیٰؑ کا آخری انجام اس دنیا میں کیا ہوا؟ بیسیوں بلکہ پچاسوں سوالات اِسی نوعیت کے آج مذہبیات کے ہر معلم کو پیش آ رہے ہیں اور مبارک ہے وہ اہلِ قلم، جس کا قلم ان گتھیوں کو حل کرتا جائے، فلسفہ یونان اور معقولات کسی زمانہ میں اسلام کے دشمن ہوں گے ـــ آج تو اسلام کے پہلوان کو سب سے زیادہ مقابلہ تاریخ اور جغرافیہ اور معاشیات وسیاسیات کے میدانوں میں کرنا ہے۔

رائے بریلی کا ہی ایک سید زادہ کبھی ہجرت وجہاد کے شوق میں وطن سے بے وطن ہوا تھا اور قلعہ بالاکوٹ (پشاور) کی سرزمین پر اپنی زندگی کے حق سے ادا ہو گیا تھا۔ آج اللہ کے دین کو نصرت کے لئے تلوار سے بھی کچھ زیادہ قلم کے مجاہدوں کی ضرورت ہے، اسی خاندان سے پھر ایک سید اُٹھا ہے اور اب کی اس کے ہمراہ ایک برقع پوش سیدانی بھی ہے۔ غزواتِ نبویؐ میں شہیدوں اور غازیوں کی خبر گیری اور تیمارداری کرنے والیوں کی یاد تازہ کر دینے والی۔

آج مسلم خاتون غیروں کی دیکھا دیکھی کہاں سے نکل کر کہاں

پہونچی ہے، گھر سے نکل کر اسکول، اسکول سے کالج اور پھر میوزک ہال اور بے حجابی اور بے حیائی کا ہر اڈہ اور ہر منزل، عین اس فضا میں اور اس ماحول میں جو بہن دین کی خدمت کے لئے نکلی ہیں، وہ اپنی صنف کا گناہ کچھ تو ہلکا کر رہی ہیں ـــــ اللہ ان کی ہمت میں برکت اور ارادوں میں استقلال نصیب کرے۔

کتاب ترجمہ نہیں، ترجمہ سے کچھ بڑھ کر ہے، زبان کی خوبیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں "مشک آنست کہ خود بوید" جو لڑکے اور لڑکیاں اسے پڑھیں گے، وہ ساتھ ساتھ اردو زبان بھی سیکھتے جائیں گے۔

عبدالماجد

دریاباد، بارہ بنکی

۲۷/جون ۱۹۴۵ء

حضرت آدم علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت آدم ابوالبشر علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے چھ دن میں آسمان وزمین کو قائم کیا، پھر آسمان کو سورج، چاند تاروں سے رونق بخشی، زمین میں پہاڑ قائم کئے، بڑے بڑے سمندر بنائے، تالاب اور چشمے نکالے آسمان سے پانی برسا کر مردہ زمین میں جان ڈالی، پھر اس میں پیڑ پتے، گل بوٹے اگائے، طرح طرح کے پھل، رنگ رنگ کے پھول، مختلف قسم کی پتیاں، مختلف قسم کی خوشبو سب کا رنگ الگ الگ، سب کی بُو جُدا جُدا۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی یہ وسیع زمین، یہ نئی دنیا انسان سے خالی پڑی تھی، روئے زمین پر کسی انسان کا کوئی پتلہ بھی نظر نہ آتا تھا، نہ یہ مکانات تھے نہ باغات۔

نہ محل دو محلے

نہ آدم نہ آدم زاد

یہ زمین ایک لق ودق میدان تھی جس کا کوئی اُور چھور نہیں، اور وہ سنسان پڑی تھی کوئی اس کو آباد کرنے والا نہ تھا، سورج جب صبح ہوتے آنکھ کھولتا اور اپنے چہرے سے نقاب الٹ کر زمین پر نظر ڈالتا تو اس کو سوائے لق ودق میدان اور سنسان جنگل کے کچھ نظر نہ آتا، پوری زمین کے گرد چکر لگا آتا تب بھی اس کو کوئی انسانی صورت دکھائی نہ پڑتی، آخر کار سارے دن پھر پھرا کر شام ہوتے اپنی ساری دھوپ سمیٹ مغرب میں جا کے منہ چھپالیتا، دھوپ کے جاتے ہی تارے اپنا بے پناہ لشکر لے کر آسمان پر چھا جاتے وہیں سے اپنی رونق

دکھاتے اور زمین کو نگاہِ غور سے دیکھتے کہ کوئی ہے جوان کے خوبصورت اور جگمگاتے چہروں کی تعریف کرے، کوئی ہے جوان خوبصورت قندیلوں کی قدر کرے، لیکن ان کو بھی کوئی اپنا قدر دان نظر نہ آتا۔

تارے ابھی جگمگا رہے تھے کہ چاند پوری آب وتاب کے ساتھ نکلا اور ساری زمین پر اپنے رُخِ روشن کا اُجالا پھیلا دیا، جس سے ساری دنیا جگمگا گئی، مگر یہ بھی بے سود، اس کا بھی کوئی قدر دان نہ نکلا، آخر صبح ہوتے ہوتے تارے بھی جھلملا گئے اور چاند نے بھی اپنی چاندنی تہہ کر ڈالی۔

بے پناہ سمندر کہ جن کا کوئی اور چھور نہیں، جن کی تھاہ نہیں، جن کا جَل تھل ایک ہے، مگر وہ بھی بے قدر پڑے تھے، کوئی نہ تھا کہ ان پر سفر کرتا، جہاز اور کشتیاں چلاتا، ان کی موجوں کے تھپیڑے، پانی کی روانی اور ہوائے خوشگوار کے ساتھ ان کی اٹھکیلیوں کا تماشا

دیکھتا۔

موسمِ بہار آیا، کالی اور متوالی گھٹائیں چھائیں، ہوائے خوشگوار چلی، موسلادھار پانی گرا، زمین پر سبز مخمل بچھا، اسی مخمل پر گلکاریاں ہوئیں، پیڑ و پتے گل بوٹے، ہرے بھرے درخت کے پھلوں سے ڈالیاں ٹوٹیں، مختلف قسموں اور رنگا رنگ پھولوں اور ان کی بھینی بھینی خوشبوؤں سے صحنِ چمن منھ سے بول اٹھا، مگر کوئی نہیں کہ اس بہار سے لطف اندوز ہو، بلبلوں کی نغمہ سنجیوں اور قمریوں کی کوکو، پپیہا کی آوازوں، مور کی پکار، کبک وری کے قہقہوں نے باغ سر پر اٹھالیا مگر سننے والا، مزا لینے والا کوئی نہیں۔

زمین کا ذرّہ ذرّہ گوشہ گوشہ زبانِ حال سے کہتا تھا کہ میں اللہ کی ایک بڑی نعمت ہوں، کوئی نہیں جو مجھے اور میری پیدا کی ہوئی نادر ونایاب چیزوں سے فائدہ اٹھائے مگر اس کو جواب دینے والا بھی کوئی نہیں۔

پانی کہتا تھا کہ میں اللہ کا ایک بڑا عطیہ ہوں کوئی نہیں جو مجھے پی کر سیراب ہو، میرا مزا چکھے، میری شیرینی کی تعریف کرے اور مزا لے، لیکن اس کو بھی جواب نہ ملا۔

جواب کون دیتا، انسان ہوتے تو جواب دیتے، اس لئے کہ یہ ساری چیزیں تو انسان کے لئے ہیں، انسان ہی کو ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں، انسان نہیں تو سب بیکار فرشتے تھے تو فرشتے کیا کرتے، فرشتوں کی دنیا ہی نرالی تھی، ان کا انداز ہی اور تھا، وہ نور کے تھے، ان کا ٹھکانا آسمان، ان کی غذا عبادت، ان کا کام اطاعت، ان کو دُنیا اور دُنیا کے لوازمات سے کیا سروکار، نہ ان کو بھوک لگتی تھی اور نہ وہ پیاسے ہوتے تھے۔

یہ شیطان جو اس وقت راندۂ درگاہ ہے اس وقت بڑا مقرب بارگاہ تھا، یہ اس وقت ایسی عبادت کرتا تھا کہ تمام فرشتے اس کی عبادت واطاعت پر رشک کرتے تھے، مقربین میں اس کا نام لکھا تھا اس کے سجدے سے کوئی

کونہ نہیں بچا، اس کی عبادت سے کوئی جگہ نہیں چھوٹی، غرض یہ کہ آسمان اس وقت فرشتوں کی عبادت سے رشکِ قمر ہو رہا تھا اور زمین اللہ کی عبادت سے بے بہرہ پڑی تھی۔ آسمان کو فخر تھا اور زمین شرم سے دبی جاتی تھی اور کہتی تھی کہ کوئی ایسا نہیں جو اس فرشِ خاکی پر اللہ کی عبادت کر کے میری شرم مٹائے، کوئی نہیں جو اللہ کی ان بخشی ہوئی نعمتوں کو کھا پی کر اس کا شکر ادا کرے مگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک و مقدس زمانہ میں یہی زمین رشکِ آفتاب اور رشکِ ماہتاب بن گئی، زمین فخر سے سر اٹھاتی اور آسمان ادب سے سر جھکاتا تھا، زمین کہتی تھی کہ ہمیں اب وہ ماہِ رسالت ملا ہے کہ کسی اور کو نصیب نہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش

اللہ تعالیٰ عالم الغیب ہے، اسے علم ہے کہ کس جگہ

کے لئے کون سی چیز موزوں ہے، وہ جانتا تھا کہ اس دُنیا میں انسان کی بہت ضرورت ہے، بے انسان کے یہ دُنیا کس کام کی، جب کوئی اس پر رہنے سہنے والا نہیں تو یہ بے کار ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ اس نے دنیا کے لئے انسان نہیں بنائے بلکہ انسان ہی کی خاطر دنیا بنائی، پروردگار نے اپنے نئے مہمان حضرت آدمؑ کی خاطر دنیا اور دنیا کی تمام ضرورت کی چیزیں پہلے سے تیار کردیں، اب اس نے ارادہ کیا کہ ایک آدمی پیدا کروں جو اس دنیا میں بادشاہت کرے اور میرا محکوم میرا خلیفہ ہو، فرشتوں سے کہا کہ میں ایک آدمی بنانے والا ہوں جو اس زمین پر حکومت کرے گا اور میرا خلیفہ ہوگا۔

فرشتوں نے کہا، پروردگار یہ آدمی تو زمین پر فساد پھیلائے گا، خون بہائے گا، نہ جانے کیا کیا کرے گا اور ہم تو تیری عبادت کرتے ہیں، تیری حمد وثنا بیان کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے، فرشتے خاموش ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کے ارادے کی دیر ہوتی ہے جہاں ارادہ کیا اور کام ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے پانی اور مٹی سے ایک پاکیزہ صورت تیار کی، اس میں اپنی روح پھونکی اور اس کا آدم نام رکھا، پھر ان کو تمام چیزوں کے نام بتائے، کھیتی، باڑی، درختوں اور پھلوں کی قسمیں بتائیں، ترکاری اور غلّہ کے نام سکھائے، پتھر اور لوہے کی خاصیتیں بتائیں، غرض کہ جس جس چیز کی انسان کو زندگی میں ضرورتیں پیش آتی رہتی ہیں، سب کے نام اور سب کی صفتوں سے آگاہ کیا۔

جب حضرت آدمؑ تمام چیزوں کے نام ان کی صفتوں اور ان کے فوائد سے آگاہ ہو چکے تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا، اے فرشتو! اگر تم سچے ہو تو مجھے ان چیزوں کے نام اور ان کی صفتوں سے آگاہ کرو۔

فرشتوں نے کہا، پروردگار ہم تیری پاکی اور حمد وثنا کے ساتھ عذر پیش کرتے ہیں کہ ہمیں ان باتوں کا علم نہیں، ہم کو تو وہی معلوم ہے جو تو نے سکھا دیا ہے، اس کے سوا ہم کچھ نہیں جانتے تو خود ہی اس بات کو جانتا ہے، تو حکمت والا ہر بات سے باخبر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ سے ارشاد فرمایا:

اے آدم تم ان کو فلاں فلاں چیزوں کے نام بتاؤ۔

حضرت آدمؑ نے حکم سنتے ہی تعمیل کی اور فوراً تمام چیزوں کے نام بتادیئے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا، میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جان سکتے، میں عالم الغیب ہوں، آسمان و زمین کی ظاہر و پوشیدہ باتوں اور تمہارے کھلے و چھپے رازوں سے واقف ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے مہمان کی قدر و منزلت بڑھانے کے لئے اور اس لئے کہ فرشتے بھی سمجھیں کہ

پروردگار رب العلمین کے خلیفہ کی کیا حیثیت اور کیسی قدر ومنزلت ہے، یہ سرفرازی فرمائی کہ فرشتوں کو حکم دیا۔

حکم خداوندی ہوا کہ اے فرشتو! آدمؑ کو سجدہ کرو۔

حکم کی دیر تھی، اِدھر حکم ہوا، اُدھر سب سجدے میں گر پڑے، مگر وہ جن جو مقرّب تھا اور اپنے کو بہت کچھ سمجھتا تھا، جو آج شیطان کے لقب سے پکارا جاتا ہے، جو لوگوں کو بہکاتا پھرتا ہے، اسی سے اس کا پیٹ بھرتا ہے اور اسی سے اس کے دل کی لگی بجھتی ہے، اس کے دل نے اس کے غرور نے اس کو اجازت نہیں دی کہ وہ حضرت آدمؑ کو سجدہ کرتا، اسی طرح اکڑا کھڑا رہا، اپنی بڑائی کے زعم اور خودی کے نشہ میں بے خود ہورہا تھا، اسی بڑائی کے زعم میں اس نے پروردگار کی نافرمانی کی، اس کا حکم نہ مانا، ہمیشہ کے لئے اللہ کی ناراضی اور اس کا غصہ مول لے لیا۔

پروردگار نے دیکھا کہ تمام فرشتے سجدے میں

پڑے ہیں اور یہ اسی طرح اکڑا کھڑا ہے اس کے سر کو جنبش بھی نہ ہوئی میرا حکم سن کر اس کے ماتھے پر جوں بھی نہ رینگی۔

ارشاد ہوا: اے ابلیس! تو نے میرے حکم کے خلاف کیا، میرے ہاتھوں کی بنائی چیز کی قدر نہ کی، کیا وجہ ہے کہ تو نے آدم کو سجدہ نہ کیا کس چیز نے تجھ کو آدم کے سجدہ سے باز رکھا۔

شیطان نے کہا کہ کہاں میں اور کہاں آدم، میں آگ سے پیدا کیا گیا اور آدم مٹی سے بنائے گئے، جب میں ان سے بہتر ہوں تو کیوں سجدہ کروں، میرے دل نے یہ گوارا نہ کیا کہ میں مٹی کے پتلے کو سجدہ کروں۔

اللہ تعالیٰ کو ابلیس کے تکبّر پر بے حد غصہ آیا، فرمایا نکل جا، دور ہو، آج سے تو راندۂ درگاہ ہے اور آج کے دن سے قیامت تک تجھ پر لعنت ہوگی، پھر مقربین کی فہرست سے اس کا نام کاٹ کے گروہِ شیاطین میں لکھ دیا۔

ابلیس مقربین کی جماعت سے نکل کر شیطانوں کے گروہ میں آیا اور اُن کا افسر بنا۔

ابلیس نے اللہ ربُّ العزّت کی نافرمانی کی، غرور اور تکبّر میں آ کے سرکشی پر آمادہ ہو گیا، ایسا خبیث النّفس تھا کہ نہ اپنے فعل پر نادِم ہوا، نہ توبہ کی، اور توبہ کیسے کرتا، غرور جب اس کی اجازت دیتا، اپنے فعل کو بُرا سمجھتا تو نادِم ہوتا اور توبہ کرتا، توبہ تو دَر کنار اس نے تو اور شرارت پر کمر باندھ لی، سرکشی پر سرکشی کرنے لگا۔

اس نے یہ پختہ ارادہ کر لیا کہ جس طرح میرا انجام آدم کی بدولت خراب ہوا ہے اسی طرح میں بھی ان کا انجام خراب کروں گا، ان کو سجدہ نہ کرنے کی بدولت مجھ کو یہ سزا ملی ہے، اب میں بھی انھیں چین سے نہ بیٹھنے دوں گا ان کو اور ان کی اولاد کو بہکا کر اللہ کی نافرمانی میں مبتلا کروں گا، میں اکیلا جہنم میں نہیں جاؤں گا، ان کو بھی لے جاؤں گا، یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ جنت میں جائیں، مزے

اُڑائیں، راحت وآرام کے ساتھ زندگی گزاریں، اور میں دوزخ میں جلوں بھنوں، نہیں یہ نہیں ہوسکتا، میں ضرور ان سے انتقام لوں گا، ان کو اور ان کی اولاد کو بہکا کر گمراہ کر کے اپنے دل کی پیاس بجھاؤں گا۔

ابلیس کا سوال پروردگار کا جواب

ابلیس نے کہا، اے پروردگار مجھ کو قیامت کے دن تک کی مہلت دے دے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، جا تجھ کو مہلت دیئے دیتے ہیں، ابلیس نے کہا، اب میں تیری عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تیرے بندوں کو بہکاؤں گا اور اپنے ساتھ ان کو بھی جہنم میں لے جاؤں گا، میں ان کے بہکانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا، ان کے آگے پیچھے، دائیں بائیں مکر کا جال پھیلاؤں گا اور ان کو سبز باغ دکھا دکھا کر اپنے ڈھب میں لاؤں گا اور جہاں تک میرا زور چلے گا،

سوائے تیرے خاص بندوں کے سب کو تیری نافرمانی اور ناشکری پر آمادہ کروں گا سب کو گمراہ کروں گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، مردود یہاں سے نکل جا، اور جو تیرا جی چاہے کر، مگر یہ یاد رکھ کہ میرے اچھے بندے تیرے بہکانے میں ہرگز نہ آئیں گے، تو اپنے منہ کی کھائے گا، میں بھی اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تجھ کو اور جو تیری اتباع کریں گے ان سب کو جہنم کی نذر کردوں گا، تم سب کو دوزخ کا کندا بناؤں گا۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آدم کو شیطان کی عداوت دکھادیں، آدمؑ اپنی آنکھوں سے شیطان کا بغض وحسد دیکھ لیں، اس کا مکروفریب پہچان لیں اور یہ بھی سمجھ لیں کہ انسان کتنا کمزور ہے، کتنا جلد پھندے میں پڑ جانے والا اور دھوکا کھا جانے والا ہے، تاکہ یہ دیکھ اور سمجھ کر ہمیشہ اس کے دھوکہ سے بچیں، کبھی اپنے نفس پر بھروسہ نہ کریں، صرف اللہ پر بھروسہ رکھیں، اللہ تعالیٰ نے

حضرت آدمؑ سے فرمایا، اے آدم! تم اور تمہاری بیوی جنت میں جس جگہ چاہو چین سے رہو کھاؤ پیو، آرام و راحت اور مزہ کے ساتھ زندگی گزارو، نہ تم کو وہاں کسی طرح کا خوف لاحق ہوگا نہ تم کو کوئی غم پہونچے گا، نہ بھوکے ہو گے نہ پیاسے ہو گے، نہ بیمار ہو گے، نہ مرو گے مگر دیکھو اس کو یاد رکھنا کہ جنت میں فلاں درخت ہے، اس کے قریب نہ جانا، ورنہ تمہارا انجام بہت خراب ہوگا، پھر تمہارا شمار ظالموں میں ہو جائے گا اور تم نافرمانی میں مبتلا ہو جاؤ گے۔

شیطان کا مکروفریب

شیطان کے لئے اس سے اچھا کوئی موقع ہی نہ تھا، وہ تو اس کا منتظر ہی تھا، اس نے سوچا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو اس درخت کے پاس جانے سے بھی منع فرمایا ہے، کھالینا تو بڑی بات ہے، اب میں انہیں بہلا

پھسلا کر اس کا پھل کھلا دوں تو مزا آجائے، آدم جب اس کا پھل کھائیں گے تو خوب لطف آئے گا اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو جائے گا تو پھر ان کا ٹھکانا کہاں، بھٹکتے پھریں گے، جیسے میں بھٹک رہا ہوں، اللہ کی نافرمانی کرکے اللہ کے خلاف کرکے یہ چین نہیں پا سکتے، خوب سزا ملے گی، خوب نقصان اُٹھائیں گے۔

جب آدم اللہ کی نافرمانی میں مبتلا ہوں گے اور ان پر اللہ کا عتاب نازل ہوگا تو کیسا میرا دل خوش ہوگا، میری مُراد پوری ہوگی، میرا مقصد بَر آئے گا، میرا بدلہ پورا پورا اُتر جائے گا، یہ سوچ کر وہ حضرت آدمؑ کے پاس ایک خیر خواہ دوست کی صورت بن کر آیا اور کہا میں نے سنا ہے کہ تم کو تمہارے پروردگار نے فلاں درخت کے پاس جانے اور اس کا پھل کھانے سے منع فرمایا ہے، حضرت آدمؑ نے کہا، ہاں۔

شیطان نے کہا جانتے ہو کس لئے منع فرمایا ہے،

اس لئے کہ اگر تم اس کا پھل کھالو گے تو فرشتوں کی جنس سے ہو جاؤ گے ، اور ہمیشہ جنت میں رہنا ہو گا ، اسی وجہ سے منع فرمادیا کہ نہ یہ کھائیں گے نہ ہمیشہ کے لئے جنت کے مستحق ہوں گے۔

چونکہ میں تمہارا دوست اور سچا دوست ہوں اس لئے مجھے تم پر افسوس آتا ہے کہ اگر تم اس درخت کا پھل نہ کھاؤ گے تو چند روز بعد جنت سے نکال دیئے جاؤ گے ، میں نے معتبر ذریعہ سے یہ خبریں سنی ہیں ، مجھے اس قدر رنج ہوا کہ میں برداشت نہیں کر سکا اور میرے دل نے کسی طرح گوارا نہ کیا کہ تم کو اطلاع نہ دوں اور تم لاعلمی میں مصیبت کا شکار ہو جاؤ ، دوست کو چاہئے کہ دوستی کا حق ادا کرے سو میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر تم ہمیشہ کے لئے جنت میں رہنا چاہتے ہو تو اس پھل کو کھالو ، ورنہ انجام وہی ہو گا جو میں بتلا چکا ، مجھ پر اعتبار کرلو ، میرا کہا مان لو ، ورنہ پچھتاؤ گے۔

حضرت آدمؑ شیطان کی چکنی چپڑی محبت آمیز باتوں میں آگئے، بھول گئے کہ یہ ہمارا دشمن ہے، نہ یہ سمجھے کہ یہ ہم سے کسر نکال رہا ہے، اس کی محبت پر اعتبار کر کے اس کو اپنا خیر خواہ سمجھ کر اس کے فریب میں آگئے، اور اس درخت کا پھل کھالیا۔ ادھر پھل کھاتے ہی بدن کے تمام کپڑے گر گئے اور وہ شرم کی وجہ سے گھبرا کر بہشت کے پتوں سے اپنا بدن ڈھانکنے لگے اور ادھر اللہ کا عتاب نازل ہوا، فرمایا اے آدم! کیا میں نے تم کو نہیں منع کیا تھا کہ اس درخت کے قریب بھی نہ جانا، کیا میں نے تم سے نہیں بتلایا تھا کہ یہ شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے، اس کی باتوں میں نہ آنا، اس کے مکروفریب سے بچنا اور تم سب کچھ بھول کر اس کے دھوکہ میں آگئے، میرے حکم کے خلاف کیا، اب تم سب اترو، اب زمین ہی تمہارا ٹھکانا ہے، وہیں جیو گے وہیں مروگے اور وہیں سے دوبارہ نکالے جاؤ گے اور ایک وقت مقررہ تک تم کو وہیں

رہنا ہوگا۔ اب تم سب میں مخالفت کی بنیاد پڑ گئی، تم سب ایک دوسرے کے دشمن رہو گے۔

اے آدم! تمہاری اولاد اگر شریعت پر عمل کرے گی، میرے حکموں پر چلے گی، میرے بھیجے ہوئے رسولوں پر ایمان لائے گی، اُن کی پیروی کرے گی تو پھر اُن کو کوئی غم نہ ہو گا، اور جو شیطان کے پھندے میں پڑ جائے گا، شیطان کی اِتّباع کرے گا، میرے رسولوں اور میری آیتوں کو جھٹلائے گا، میری ہدایت پر عمل نہ کرے گا تو اُس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہے گا۔

حضرت آدمؑ کی پریشانی و پشیمانی

حضرت آدمؑ اپنے پروردگار کی ناراضی سے بہت ڈرے اور بہت پریشان ہوئے اور بھئی کیوں نہ پریشان ہوتے، کیوں نہ ڈرتے، اللہ کی ناراضی آسان بات ہے؟ اور پھر وہ اللہ کے برگزیدہ بندے، سچے نبی، بھلا وہ کیوں

نہ پریشان ہوتے ، ان کے دل میں غرور تھوڑے تھا کہ اپنے فعل پر نادِم نہ ہوتے ، نادِم ہوئے اور بہت نادِم ہوئے ، روئے اور بہت روئے کہنے لگے:

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝

(ترجمہ) اے ہمارے پروردگار! ہم نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا ہے اگر تو معاف نہ کرے گا اور رحم نہ فرمائے گا تو ہم بہت نقصان اٹھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول فرمالی، ان کی خطا معاف کی اوران سے خوش وراضی ہوا۔

جب ابلیس نے دیکھا کہ میرا داؤں بے کار گیا، آدمؑ نے توبہ کرلی اوراللہ نے اُن کی توبہ قبول فرمالی، اُن سے راضی ہوگیا، وہ میرے مکر وفریب سے بچ کر صحیح وسالم نکل گئے تو وہ فرطِ غضب سے انگاروں پرلوٹنے لگا،

حسد اور جلن سے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگا، کہنے لگا آدم ٹھہرو، تم اور تمہاری بیوی حوّا میری زد سے بچ کر نکل گئیں تو خیر اب تمہاری اولاد سے سمجھوں گا، اُن سے کسر نکالوں گا، اُن کو گمراہ کرکے اپنے دل کے پھپھولے پھوڑوں گا، میرا نام شیطان نہیں اگر اُن کو نہ بہکاؤں، خوب خوب گناہ پر آمادہ کروں گا، ایسے ایسے سبز باغ دکھاؤں گا کہ وہ میرے پھندے میں آئے بغیر نہ رہیں گے، میری اتباع کریں گے، شیطان یہ ارادہ کرکے موقع کا منتظر رہا۔

ہابیل وقابیل

حضرت آدمؑ کے دو بیٹے تھے، بڑے کا نام قابیل تھا اور چھوٹے کا ہابیل۔

ہابیل اللہ کے نیک بندے تھے متقی اور پرہیزگار تھے، شیطان کی دشمنی کو خوب سمجھتے تھے، جانتے تھے کہ وہ

ہمارا دشمن ہے، اسی نے ہمارے باپ کو جنت سے نکلوایا اور ہمارے ساتھ بھی دشمنی میں کوئی کسر اُٹھا نہ رکھے گا، اس لئے وہ اس کے مکر و فریب سے بچتے رہتے تھے، قابیل ان کے بالکل برعکس تھا۔

ایک دن ہابیل و قابیل نے اللہ کے لئے قربانی رکھی، اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی قبول فرمائی، قابیل نے جو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی قربانی قبول فرمائی اور میری نہیں، تو بس غصہ میں بیتاب ہو گیا، حسد کی آگ بھڑک اٹھی، جوشِ غضب میں عقل ٹھکانہ نہ رہی۔

شیطان پورے طور پر اس پر حاوی ہو گیا وہ تو کہہ ہی چکا تھا کہ میں تمہاری اولاد کے بہکانے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا، موقع اچھا ملا، قابیل شیطان کے کہے میں آکر بھائی کی دشمنی پر آمادہ ہو گیا، اور قتل کی دل میں ٹھان لی، ایک دن ہابیل سے کہا کہ میں تم کو ایک آنکھ دیکھنا پسند نہیں کرتا، مجھے تم سے دلی نفرت ہے، میں تم کو

جب قتل کردوں گا تب مجھے قرار آئے گا، اور میرے دل میں ٹھنڈک پڑے گی۔

ہابیل نے کہا میں نے تمہارا کیا قصور کیا ہے جس کے عوض میں تم میری جان لوگے، اللہ تعالیٰ نے میری نذر قبول فرمائی تو اس میں میری کیا خطا ہے، پروردگار تو پرہیزگاروں اور ڈرنے والوں کی قربانی قبول فرماتا ہے، اگر تمہارا ارادہ مجھے قتل کرنے کا ہے تو قتل کر ڈالو، تمہیں گنہگار ہوگے، میری بے گناہی اور اپنے گناہ کے تم ذمہ دار ہوگے، میرا خونِ ناحق تمہارے سر ہوگا، خدا کے حضور میں میرے خون سے اپنے ہاتھ رنگے ہوئے لے جاؤ گے، جہنم ٹھکانا ہوگا اور اس میں ہمیشہ رہنا پڑے گا، مجھے قتل کرنے کی نیت ہے تو قتل کردو، مگر میں انشاء اللہ اپنے ہاتھ تمہارے خون میں نہ رنگوں گا اس لئے کہ مجھے ڈر لگتا ہے۔

ہابیل کی شہادت

جب اللہ کا ڈر دل سے نکل جاتا ہے اور خواہشات نفسانی بڑھ جاتی ہے تو پھر اچھے بُرے کی تمیز اور عذاب وثواب کی فکر دل سے محو ہو جاتی ہے، قابیل کا دل بھی ایسا ہی تھا، اتنی سب باتیں بھائی نے کیں، لیکن کوئی اثر نہ ہوا بلکہ جوشِ غضب میں اور زیادتی ہوئی، غصہ اور حسد میں اضافہ ہوا، نفس سرکش نے صلاح دی کہ جو ہو سو ہو، تو قتل کر، آخر کار ایک دن ایک پتھر کھینچ کر بے گناہ بھائی کے سر پر دے مارا، پتھر کے لگتے ہی ان کا کام تمام ہو گیا اور قابیل کے دل میں ٹھنڈک پڑ گئی، بے چین دل چین پا گیا۔

دنیا میں یہ پہلا قتل تھا جو قابیل کے ہاتھوں ہوا، قابیل نے قتل کی ایجاد کی، بھائی سے دشمنی کی بنیاد اسی نے ڈالی۔

ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جس نے ہمارے دین میں خیر کی کوئی بات ایجاد کی تو جتنا ثواب کارِ خیر کرنے والوں کو ملے گا، اتنا ہی ایجاد کرنے والے کو ہوگا اور کرنے والے کے ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جس نے ہمارے دین میں کسی بُری بات کی بنیاد قائم کی تو جتنا گناہ کرنے والے کو ہوگا اتنا ہی نکالنے والے کو ہوگا اور اس کے گناہ میں کوئی کمی نہ ہوگی، پھر آپ نے فرمایا، قابیل نے جو قتل کا طریقہ نکالا ہے تو قیامت تک جتنے قتل ہوں گے سب کا گناہ قابیل کے سر ہوگا۔

قابیل کی پریشانی

قابیل نے بھائی کو قتل تو کر ڈالا لیکن حیران پریشان لاش کو کیا کرے، لاش کے لئے پھرتا تھا اور کچھ سمجھ میں نہ آتا تھا کہ کیا ترکیب کی جائے چونکہ یہ پہلا قتل

تھا اور پہلی موت تھی اور اس نے کبھی دیکھا نہ تھا کہ لاش کے ساتھ کیا معاملہ کیا جاتا ہے، اس لئے اس کی سمجھ میں کچھ نہ آتا تھا، اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ ہابیل کی لاش چھپائی جائے تو اس نے قابیل کو سکھانے کے لئے دو کوّے بھیجے ایک کوّے نے زمین کھود کر اپنے مردہ بھائی کوّے کی لاش کو دفن کیا، قابیل یہ دیکھ کر بہت نادم اور پشیمان ہوا، دل میں کہا کہ میں اس جانور یعنی کوّے سے بھی گیا گزرا ہوا، میں اتنا بے وقوف ایسا انجان کہ مجھے کچھ نہ آئے، اور کوّے سے مجھے علم حاصل ہو، قصّہ مختصر قابیل نے کوّے کی دیکھا دیکھی قبر کھودی اور اپنے مردہ بھائی کو دفن کیا۔

ہابیل کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو بہت اولاد دی، خوب نسل بڑھی اور ان کی اولاد میں بہت سے لوگ شیطان کے پھندے میں پڑ کے گمراہ ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ آدمؑ کی اولاد گمراہی سے بچے

شیطان کی مرید نہ ہو، اچھے کام کرے، تاکہ جنت کی مستحق ہو، اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان ہی میں سے بعض بعض کو چھانٹ لیا اور ان کو اپنا رسول بنا کر بھیجتا رہا، وہ رسول یکے بعد دیگرے آتے رہے اور اپنے بھائی بندوں اور اپنی قوم کو سمجھاتے رہے بہتوں نے ان کو اپنا رسول مانا، ان کی بات پر سرِ تسلیم خم کیا اور بہتوں نے اُن کو جھٹلایا اُن سے منھ موڑا، ان کو تکلیفیں پہونچائیں اور شیطان کی اتباع کی۔

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد میں سب سے پہلے نبی حضرت شیث علیہ السلام ہوئے، پھر یکے بعد دیگرے پیغمبر آتے رہے اور ان کو خدا سے ڈراتے اور آخرت کا خوف دلاتے رہے۔

حضرت ادریسؑ، حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت لوطؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت اسمٰعیلؑ، حضرت اسحٰقؑ، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ،

حضرت ایوبؑ، حضرت داوٗدؑ، حضرت سلیمانؑ، حضرت زکریاؑ، حضرت یحیٰؑ، حضرت الیاسؑ، حضرت شعیبؑ، حضرت موسیٰؑ، حضرت عیسیٰؑ، یہ سلسلہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین سید المرسلین پر جا کے ختم ہو گیا، ان تمام نبیوں پر اللہ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں اور اللہ کی سلامتی ہو، انھوں نے اپنی قوم کے سمجھانے اور راہِ راست پر لانے کے لئے کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا، مصیبتیں اٹھائیں، سختیاں برداشت کیں، چوٹیں کھائیں، خون آلود ہوئے مگر برابر اللہ کا پیغام پہونچاتے رہے، اللہ کی طرف بلاتے رہے، نیکی کا حکم دیتے رہے، برائی سے روکتے رہے لیکن جن کو ایمان لانا تھا وہ ایمان لائے اور جن کو شیطانی حرکتیں پسند تھیں وہ شیطان ہی کے مرید بنے رہے۔

حضرت آدم علیہ السلام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں، وہ دنیا میں ہزار سال کے قریب

رہے، کچھ کم ہزار سال کے بعد وفات پائی اور اصل ٹھکانہ پر جا کے مقام کیا، ان کے بعد حضرت شیثؑ ان کے خلیفہ ہوئے۔

دعوت اسلام کا آغاز

حضرت نوح علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد

حضرت آدمؑ کے بعد اُن کی اولاد نے خوب ترقی کی اور ان کی نسل خوب پھلی پھولی، مردوں اور عورتوں سے گاؤں اور شہر بھر گئے۔

اگر حضرت آدمؑ کی دوبارہ زندگی ہوتی، اور وہ ملک کی سیر کرتے اور ان سے کہا جاتا کہ یہ جتنے مرد وعورت تم دیکھ رہے ہو، یہ تمہاری اولاد ہے تو وہ بہت تعجب کرتے اور کہتے ارے یہ سب میری اولاد ہے؟

حضرت آدمؑ کی اولاد نے بہت ترقی کی۔

بہت سے گاؤں آباد کیئے۔

بہت سے مکانات بنائے۔

آرام وراحت کے ساتھ کھیتی باڑی کرتے تھے اور اطمینان کے ساتھ کھاتے پیتے تھے۔

اس وقت سب کا مذہب اسلام تھا، سب اپنے باپ حضرت آدمؑ کے دین پر قائم تھے، اللہ کی عبادت کرتے تھے اس کا شریک نہیں ٹھہراتے تھے۔

ایک ہی جماعت تھی، سب کے باپ حضرت آدمؑ تھے، سب کا رب اللہ تھا بس۔

شیطان کا حسد

شیطان اور اس کی اولاد کس آنکھ سے دیکھتی کہ حضرت آدمؑ کی اولاد برابر اللہ کی عبادت پر قائم رہے۔

کس دل سے برداشت کرتی کہ یہ جماعت آپس

میں اخلاص ومحبت کے ساتھ ایک مذہب پر جمی رہے۔

شیطان کو کیسے قرار آتا کہ حضرت آدمؑ کی اولاد زندگی بھر دنیا میں پھلے پھولے، اور مرنے کے بعد جنت میں داخل ہو، اور وہاں آرام وچین کے ساتھ بسر کرے، اور وہ اور اُس کی اولاد دوزخ کا ایندھن ہو، اور اس میں جلے بھنے، یہ ناممکن ہے۔

شیطان نے حضرت آدمؑ کو سجدہ نہیں کیا، اللہ تعالیٰ نے اس کو نکال پھینکا اور اس پر لعنت کی۔

اب وہ کیا حضرت آدمؑ کی اولاد سے بدلہ نہ لے گا، ضرور لے گا، اُن کو بہلا پھسلا کر ان سے شیطانی حرکتیں کرواکے اپنے دل کے پھپھولے پھوڑے گا۔

اُن کو اپنے ساتھ جہنم میں لے جائے گا، تو اس کے دل کی بھڑاس نکلے گی۔

اپنے ساتھ اُن کو جلتا دیکھ کر اُس کا غم غلط ہوگا۔

مگر یہ کیسے ہو، وہ تو اللہ کے نیک بندے تھے اور

اللہ کے نیک بندوں کا دوزخ میں جانا ناممکن ہے۔

شیطان کی چال

شیطان کو فکر ہوئی کہ کیا تدبیر کی جائے اور کس طرح لوگوں کو بہکایا جائے۔

کس طرح لوگوں کو اللہ کی عبادت سے ہٹا کر بتوں کی عبادت پر مائل کیا جائے تا کہ وہ جنت میں نہ جانے پائیں، دوزخ میں اُسی کا ساتھ دیں۔

کسی زمانے میں وہ مقرب بارگاہِ الٰہی تھا، اُس کو معلوم تھا کہ اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو اگر چاہے گا تو معاف کر دے گا مگر مشرک کو نہیں معاف کرے گا، اُس کا ٹھکانا جہنم کے نیچے کے طبقہ میں ہوگا۔

بس پھر کیا تھا، راستہ صاف تھا، جو ترکیب اُس نے سوچی اُس میں کامیابی ہی کامیابی نظر آئی۔

اُس نے پختہ ارادہ کر لیا کہ لوگوں کو بتوں کی

عبادت پر مائل کیا جائے ، اُن کو شرک کی ترغیب دی جائے ،بس پھر اُن کا جنت میں جانا ناممکن ہو جائے گا۔

لیکن کیا صورت کرے،کون سا راستہ اختیار کرے، کس طرح لوگوں کو بہکائے ،اُن سے کیا کہے؟

اگر اُن سے کہے کہ تم اللہ کی عبادت چھوڑ کر بتوں کو پوجو، اُن کی عبادت کرو، اُن کے آگے سر جھکاؤ، اُن سے اپنی مُرادیں مانگو۔

تو لوگ اس کا استقبال مار اور گالی سے کریں گے مارے طمانچوں کے اُس کا منھ لال کر دیں گے۔

اور کہیں گے "خدا کی پناہ ہم اپنے پروردگار کا شریک ٹھہرائیں، بتوں کی عبادت کریں، تو ہم کو بہکاتا ہے،تو ہی نے ہم کو جنت سے نکلوایا، اب یہاں بھی چین سے نہیں بیٹھنے دیتا، کیا تو سمجھتا ہے کہ ہم پھر تیری بات مان لیں گے، پھر ہم تیرے کہے پر عمل کریں گے یہ ہرگز نہیں ہوسکتا، دور ہو ہمارے پاس سے شیطان مرڈود دُور ہو۔

شیطان کا مکروفریب

شیطان سوچتا تھا مگر کوئی ترکیب اُس کی سمجھ میں نہ آتی تھی، سوچتے سوچتے اک دم خیال آیا کہ اُن کے جو بزرگ گزر چکے ہیں، اُن کی جدائی اُن لوگوں کو پریشان کررہی ہے۔

اُن سے جا کر کہوں کہ جو تمہارے بزرگ گزر چکے اگر تم اُن کو دیکھنا چاہتے ہو تو اُن کی تصویریں بناؤ اور اُن کو دیکھو، وہ یہ سن کر ضرور میرا کہنا مان لیں گے۔

جب اُس کو بنالیں گے تو پھر اس کی تعظیم وتکریم پر اُن کو راغب کروں گا، ہوتے ہوتے ایک زمانہ ایسا آجائے گا کہ وہ اُن کو پوجنے لگیں گے۔ اس طرح میرا مقصد پورا ہوجائے گا۔

اِس خیال کے آتے ہی وہ بہت خوش ہوا اور اُس نے سمجھ لیا کہ مار لیا پالا۔

جلدی سے اُن لوگوں کے پاس پہونچا اور کہا کہ تمہارے فلاں اور فلاں بزرگ کیسے اچھے آدمی تھے۔

انہوں نے کہا، سبحان اللہ، اُن کا کیا کہنا وہ صورت میں انسان اور سیرت میں فرشتہ تھے۔

وہ اللہ کے دوست تھے، اللہ کے نیک اور سچے بندے تھے۔

وہ اللہ سے محبت کرتے تھے اور اس کی بے حد تعظیم کرتے تھے۔

وہ ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ اُن سے محبت کرتا تھا۔

وہ جو مانگتے تھے اللہ اُن کو دیتا تھا۔

وہ جو دُعا کرتے تھے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا تھا۔

بزرگوں کی تصویریں

شیطان نے بہت رنج وافسوس ظاہر کیا اور کہا تم کو اُن کی جدائی کا رنج نہیں ہے؟

کہا، بہت، مگر کیا کریں مجبور ہیں۔

شیطان نے کہا، تم کو اُن کو دیکھنے کا شوق نہیں ہوتا؟

کہا، جو بات ناممکن ہو اس کی آرزو کرنے سے کیا فائدہ!

شیطان نے کہا، یہ تو تمہارے اختیار میں ہے اگر چاہو تو روز اُن کو دیکھ سکتے ہو، یہ کیا مشکل بات ہے۔

کہا، ہم کیسے دیکھ سکتے ہیں وہ تو مر چکے ہیں، ہماری نظروں سے غائب ہو گئے، اب ہم اُن کو کس طرح دیکھ سکتے ہیں۔

شیطان نے کہا:

''ہم بتائیں ایک کام کرو، اُنہیں کی ہم شکل تصویریں بناؤ اور روز صبح کو اُن کو دیکھ لیا کرو، اُس سے تمہارا غم غلط ہو گا، تمہارے دلوں کو تسکین ہو گی، تم سمجھو گے کہ ہم انہیں دیکھ رہے ہیں۔''

لوگ دھوکہ میں آ گئے، اس رائے کو بہت پسند کیا

اور جھٹ پٹ انہیں بزرگوں کی ہم شکل صورتیں بنا ڈالیں۔

روز صبح اُن کو دیکھتے تھے اور خوش ہوتے تھے، اور جب دیکھتے تھے اُن کی تعریف کرتے تھے اور اُن کی عزّت کرتے تھے۔

پتّھر کی مورتیاں

صورتیں بناتے بناتے اب پتّھر کی مورتیاں بنانے لگے، دیکھتے دیکھتے بزرگوں کی ہم شکل بیسیوں مورتیاں تیار ہوگئیں اور اُن کو اپنے اپنے گھروں اور مسجدوں میں رکھنے لگے۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کوئی کمی نہیں کی، برابر اُس کی عبادت میں لگے رہے۔

نہ اُس کی عبادت میں کوئی فرق ہوا، نہ اُس کا شریک ٹھہرایا۔

سب سمجھتے تھے کہ یہ پتھر کی مورتیاں تو اُن بزرگوں کی تصویریں ہیں۔

سب جانتے تھے کہ یہ پتھر کی مورتیاں ہیں نہ اُن سے کچھ نفع پہونچ سکتا ہے، نہ نقصان، نہ اُن سے رزق مل سکتا ہے، نہ یہ کسی کی مددگار ہو سکتی ہیں، اُن کو خالی برکت کے لئے اپنے بزرگوں کی یادگار، اپنے بزرگوں کی نشانی سمجھ کر اپنے دل کو تسکین دینے کے لئے رکھتے تھے اور اُن کی عزت کرتے تھے۔

سمجھتے تھے کہ یہ ہمارے فلاں عزیز کی صورت ہے اور یہ فلاں عزیز کی صورت ہے۔

رفتہ رفتہ سیکڑوں کی تعداد میں مورتیاں تیار ہو گئیں اور اُن کی تعظیم بڑھتی گئی۔

ہوتے ہوتے یہ ہوا کہ جب کوئی آدمی مرتا تو فوراً اُس کی مورت بنائی جاتی تھی، اور اُس کا وہی نام رکھا جاتا جو اُس آدمی کا نام ہوتا۔

پتھر کے معبود اور اُن کی پوجا

اُن کی اولاد دیکھتی تھی کہ ہمارا باپ ، چچا اور دوسرے بزرگ اُن مورتیوں کی بے حد تعظیم کرتے ہیں، اُن کو متبرک سمجھتے ہیں۔

اُن کو چومتے ہیں۔

اُن کے پاس کھڑے ہوکر دعائیں مانگتے ہیں۔

اور جب اُن مورتیوں کے پاس آتے ہیں تو تعظیماً اُن کے آگے سر جھکا دیتے ہیں اور اُن کے سامنے جھک جُھک جاتے ہیں۔

دیکھتے دیکھتے اُن کی اولاد بھی اُن کے نقش قدم پر چلنے لگی ، وہی کرنے لگی جو اُن کے بڑے کرتے تھے، پھر تو یہ ہوا کہ لوگ اُن بتوں کو پوجنے لگے، اُن کو سجدہ کرتے تھے ، اُن سے سوال کرتے تھے ، اُن کے نام کی قربانی کرتے تھے۔

اِس طرح تصویریں مورتیاں بنیں اور مورتیوں سے معبود بن گئیں۔

لوگ اللہ کو چھوڑ کر حقیقی معبود کو بھلا کر اُن بتوں کی پوجا کرنے لگے اور اُن کو اپنا معبود سمجھنے لگے۔

شیطان کا فریب کارگر ہو گیا، وہ اپنے مقصد میں پوری طور سے کامیاب ہوا۔

اور لوگوں نے اُن معبودوں کے نام رکھے تھے، کسی کا نام وڈّ تھا، کسی کا سواع، کسی یغوث، کوئی یعوق تھا، کوئی نسر۔

اللہ تعالیٰ کی ناراضی

اُن کی اِن حرکتوں پر اللہ تعالیٰ کو بہت غصہ آیا، اُن پر لعنت کی۔

اور بھائی غصہ کیسے نہ آتا اور کیوں اُن پر لعنت نہ کرتا۔ اللہ نے اُن کو پیدا کیا، اُن کے لئے آسمان کی

چھت قائم کی، زمین کو بچھونا بنایا۔

پھر اُن کی خاطر آسمان کو چاند، سورج، اور تاروں سے رونق بخشی، دن کے تمام کام سورج کی روشنی سے لیتے ہیں، رات کو چاند کی روشنی میں بھولے بھٹکے مسافر راہ پاتے ہیں۔

پھر زمین میں پیڑ پتے، گل بوٹے اگائے، پیٹ بھرنے کی تمام چیزیں اِسی زمین سے پیدا کیں۔ نہریں اور چشمے جاری کئے، اُن کو عقل دی کہ اپنی عقل سے اپنی راحت کے تمام سامان مہیا کر سکیں، جانوروں کو اُن کا تابع بنایا، ایسے شفیق ماں باپ اُن کو عنایت فرمائے، راحت و آرام کی تمام چیزیں مہیا کیں، پھر اُس کو غصہ نہ آئے پھر وہ ناراض نہ ہو، پھر وہ لعنت نہ کرے۔

اسی کی بنائی ہوئی زمین پر چلیں اور اِترائیں اُسی کا دیا ہوا رزق کھائیں اور نافرمانی کریں، یہ کتنے غصہ کی بات ہے، اور کتنی زیادتی ہے۔

اللہ تعالیٰ غصہ ہوا اور اُس کا غصہ معمولی بات نہیں ہے، اُس نے غصہ ہو کر بارش کو روک دیا اور کھیتی اور نسل کی پیداوار میں کمی کر دی۔

لیکن لوگوں کی آنکھ نہ کھلی، وہ نہ سمجھے اور سمجھتے کیسے عقل تو کھو چکے تھے عقل تو اُن بتوں کی نذر کر چکے تھے، پھر کیسے سمجھتے، نہ تو سمجھے اور نہ توبہ کی اور توبہ کیسے کرتے، گناہ سمجھتے تو توبہ کرتے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی آمد

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اُن لوگوں کے پاس رسول بھیجا جائے تا کہ اُن کو سمجھائے اور اُن کو بُری بھلی باتوں سے آگاہ کرے۔

یہ تو ہو نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ خود لوگوں سے بات کرے، یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کے پاس جائے اور کہے کہ فلاں کام بُرا ہے اس کو چھوڑ دو، فلاں

کام اچھا ہے اس کو کرو۔

جب بادشاہ ہر ایک سے نہیں کہتے پھرتے کہ فلاں کام یوں کرو، اور فلاں کام یوں کرو، حالانکہ بادشاہ انھیں کی طرح ہوتا ہے، وہ بات بھی کرسکتا ہے اور لوگ اُس سے بات کرسکتے ہیں۔

لوگ اُس کو دیکھ سکتے ہیں اور اُس کی باتیں بھی سن سکتے ہیں۔

جب دنیاوی بادشاہ کا یہ حال ہے تو پھر دونوں جہاں کے رب العالمین سارے عالم کے شہنشاہ پر کب زیب دیتا ہے کہ لوگوں کو سمجھاتا پھرے اور بُری بھلی باتوں سے آگاہ کرتا پھرے۔

ہاں جب اللہ تعالیٰ کسی سے بات کرنا چاہتا ہے تو اس کو اپنے کلام کے لئے مخصوص کرلیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ جو رسول اُن کی طرف بھیجا جائے وہ انھیں کا ہم جنس ہو تاکہ لوگ اُس کو پہچان سکیں

اُس کی باتیں سمجھ سکیں، اُس سے نصیحت حاصل کریں۔

اگر رسول فرشتہ کی صورت میں ظاہر ہوتا تو اس سے لوگ گھبراتے، وحشت کھاتے، اور وہ نصیحت کرتے وقت اپنا عمل پیش کرتا تو یہ کہتے کہ تمہارا ہمارا کیا مقابلہ، ہم آدمی ہیں اور تم فرشتہ بھلا کوئی مناسبت ہے۔

ہمیں کھانے پینے کی خواہش ہے، ہمیں رہنے سہنے کی حاجت ہے۔

ہم بیوی بچوں والے، کنبہ قبیلہ والے، بھلا ہم کس طرح اللہ کی عبادت کرسکتے ہیں۔

ہم انسان ہیں، ہماری لاکھوں ضرورتیں ہیں، ہمارے دل میں صدہا خواہشیں ہیں، ہم اُن کو پورا کریں یا اللہ کی عبادت کریں۔

ہم بھوکے ہوتے ہیں تو ہمیں پیٹ کے لئے دوڑنا دھوپنا پڑتا ہے۔

پیاسے ہوتے ہیں تو ہمیں پانی کی تلاش ہوتی ہے،

نیند لگتی ہے تو تکیہ اور بستر کی فکر ہوتی ہے، بیمار ہوتے ہیں تو دواؤں کی حاجت ہوتی ہے کوئی مرجاتا ہے تو اُس کے رنج وصدمہ سے حالت بُری ہوجاتی ہے۔

بتاؤ کس وقت اللہ کی عبادت کریں۔

تمھیں کیا، تم جو چاہو کر سکتے ہو، نہ تمھیں بھوک لگے نہ پیاس، نہ تمھیں نیند آئے۔

نہ تم بیمار ہوگے نہ مروگے، تم جتنی چاہو عبادت کرلو اور ہمیشہ کرتے رہو تو بھی کچھ مشکل نہیں۔

مگر جب رسول انسان ہوگا تو کہہ سکتا ہے کہ دیکھو میں بھی تمہاری ہی طرح انسان ہوں، کھاتا بھی ہوں پیتا بھی ہوں، بھوک بھی لگتی ہے پیاسا بھی ہوتا ہوں، بیوی بچے بھی رکھتا ہوں لیکن اللہ کی یاد سے غافل نہیں رہتا۔

اُن تمام دنیاوی تعلقات کے باوجود بھی اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔

تم کو کون روکتا ہے، کس چیز نے تم کو اللہ کی یاد سے اور اُس کی عبادت سے غافل رکھا۔

تو اُس کا اُن کے پاس کوئی جواب نہ ہوگا، کوئی عذر ہی نہ پیش کرسکیں گے۔ لاجواب ہی ہونا پڑے گا۔

حضرت نوح علیہ السلام

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو نبوت عطا فرمائی۔

اس قوم میں بڑے بڑے دولت مند لوگ تھے لیکن اللہ تعالیٰ نے جس کو نبوت کے لائق سمجھا اس کو انھیں لوگوں میں سے پسند کرلیا۔

اللہ ہی خوب جانتا تھا کہ کون نبوت کے قابل ہے اُسی کو علم تھا کہ کون رسالت کا بوجھ اُٹھا سکتا ہے، اور کون اُس کی امانت کا بار برداشت کرسکتا ہے۔

حضرت نوحؑ بہت نیک تھے۔

بڑے سمجھ دار اور بہت بُردبار تھے۔
بہت رحم دل اور خلیق تھے۔
اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو رسالت کا شرف بخشا، اُن کو وحی بھیجی کہ اپنی قوم کو اچھی باتوں کی طرف متوجہ کرو۔
بُری باتوں سے روکو اور اُن کو دردناک عذاب سے ڈراؤ، آخرت کے ہولناک منظروں سے اُن کو خوف دلاؤ۔

حضرت نوحؑ کا قوم کو اسلام کی دعوت دینا

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ میں تمہارا رسول ہوں، مجھے حق تعالیٰ نے تمہیں نصیحت کرنے اور تمہاری خیر خواہی کے لئے بھیجا ہے۔
قوم نے یہ سن کر خوب ہنسی اڑائی، کہنے لگے:
"تم کب سے نبی ہو گئے، کل تک تو ہمارے

جیسے تھے، آج کہتے ہو کہ میں نبی ہوں۔“

ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ یہ بچپن میں ہمارے ساتھ کھیلتے تھے، ہمارے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے تھے آج کہتے ہیں کہ ہم تمہارے رسول ہیں۔

یہ خوب بات ہے نہ معلوم کس وقت اُن کے پاس نبوت آئی، دن کو یا رات کو، سوتے میں یا جاگتے میں۔

دولت مندوں اور مغروروں نے کہا کہ: اللہ کو انہیں کو نبی بنانا تھا، اُن کے سوا کوئی اور نہیں تھا، کیا سب مر گئے تھے جو اُن کو نبی بنایا۔

جاہلوں اور بے وقوفوں نے کہا: ارے ہماری طرح یہ بھی آدمی ہے، اللہ کو نبی بنانا تھا تو کسی فرشتہ کو بناتا، یہ تو اِس کی من گھڑت ہے ہم تو آج ایسی نئی بات سن رہے ہیں کہ اِس سے پہلے کبھی سنی ہی نہیں۔

بعض نے کہا، نوح یہ چاہتے ہیں کہ اسی بہانے سے ہمیں عزت حاصل ہو، ہم بادشاہ بن جائیں، ملک کی

سرداری وحکومت ہم کو مل جائے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی نصیحت

لوگ سمجھتے تھے کہ ہم حق پر ہیں، بتوں کی عبادت ہم کو کرنی ہی چاہیے۔

جولوگ بتوں کی عبادت نہیں کرتے اور اُن کی برائی کرتے ہیں وہ گمراہ ہیں۔

جو بتوں کی عبادت نہیں کرتے وہ جاہل ہیں، بےوقوف ہیں۔

یہ ہمارے باپ دادا کے وقت سے چلی آئی ہے پھر ہم کیوں نہ کریں۔

حضرت نوحؑ خوب سمجھتے تھے کہ بتوں کی عبادت کرنا جاہلوں اور بے وقوفوں اور گمراہوں کا کام ہے، اللہ کی نافرمانی کرنا، اُس کا شریک ٹھہرانا اس کی بخشی ہوئی نعمتوں کو کھا پی کر اُس کو بھول جانا، اُس کی یاد سے

غافل رہنا پرلے درجہ کی احسان فراموشی ہے، نعمتوں کو کھا کر ربِّ نعمت کو بھول جانا کفرانِ نعمت ہے، ناشکری ہے، نافرمانی ہے۔

حضرت نوحؑ کو معلوم تھا کہ بت کس نے ایجاد کیئے اُس کا بانی کون ہے؟

انہیں کے باپ داد ہیں، جو خود گمراہ ہوئے اور اپنی اولاد اور نسل دَر نسل کو گمراہ کر گئے۔

حضرت آدم جو اُن سب کے باپ ہیں وہ صرف مذہب اسلام لے کر آئے تھے، وہ مذہب ایسا صاف چشمہ تھا کہ جو اُس میں نہاتا وہ نکھر جاتا، افسوس اُس صاف چشمہ کو اُن کی اولاد نے کیسا گندلا کر دیا ہے کہ جو اس میں نہائے اور گندا ہو جائے۔

شیطان کی پیروی کر کے اس کا کہا مان کر خود ڈوبے اور اپنی اولاد کو بھی لے ڈُوبے۔

یہ اُن کی عقل ہے کہ پتھروں کو پوجیں، اُن کے

آگے سر جھکائیں اُن سے مدد چاہیں، اور اُن سے مرادیں مانگیں، اور اُس کو چھوڑ دیں جس نے اُن کو پیدا کیا، اور جو اُن کا کارساز ہے، افسوس صد افسوس۔

کہا: اے قوم! اللہ کی عبادت کرو، اُن بتوں کی، پتھر کی مورتیوں کی عبادت چھوڑ دو۔

اے قوم! اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

اے قوم! پتھروں کو پوجنا، اُن کو اپنا معبود سمجھنا اور اُن سے اپنی خواہشوں کا اظہار کرنا تو بہت ہی جہالت اور بے وقوفی کی بات ہے۔

حیرت ہے کہ تم اپنے کو عقل مند سمجھتے ہو اور حرکتیں ایسی کرتے ہو کہ بچے بھی نہ کریں گے۔

اے قوم! میں تم کو اس آنے والے دن سے ڈراتا ہوں جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

اے قوم! اس بڑے دن کے عذاب سے ڈرو، جس میں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔

قوم کے سرداروں نے کہا: ہم تم کو خود گمراہ سمجھتے ہیں اور اپنا دشمن جانتے ہیں۔

حضرت نوحؑ نے کہا: میں گمراہ نہیں ہوں میں دونوں جہاں کے بادشاہ کا رسول ہوں، تمہارے پاس اس کا پیام لایا ہوں، مان لوگے تو تمہارا بھلا ہوگا، میں تمہارے فائدہ کے لئے کہتا ہوں، تمہارا خیر خواہ ہوں مجھے اُن باتوں کا علم ہے جن کی تم کو بالکل خبر نہیں۔

چند غریبوں کا ایمان لانا

حضرت نوحؑ نے بہت کوشش کی کہ سب ایمان لے آئیں، اللہ کی عبادت کریں، بتوں کی عبادت سے باز آئیں، لیکن چند آدمیوں کے سوا کوئی ایمان نہ لایا۔

ایمان لانے والے بیچارے غریب لوگ تھے جو اپنے ہاتھ سے کماتے تھے اور کھاتے تھے۔

مال دار بھلا کیوں ایمان لاتے۔

اُن کے غرور نے ، اُن کے تکبّر نے اِس بات کی اجازت کب دی کہ وہ حضرت نوحؑ کی بات مانتے۔

اُن کی دولت نے اُن کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔

اُن کی اولاد نے اُن کے دلوں سے اللہ کی یاد بھلا دی۔

وہ دنیا کے عیش و آرام میں ، راحت طلبی میں آخرت کو بھلا بیٹھے۔

اُن کو کبھی اس کی فکر ہی نہ ہوئی کہ ہمیں مرنا ہے اور قیامت قائم ہونے والی ہے۔

وہ کہتے تھے ہم شریف ہو کر اِن کمینوں کا ساتھ دیں۔

جب حضرت نوحؑ نے اسلام کی دعوت دی ،تو کہا: ہم تم پر ایمان لائیں اور تمہاری اتباع کریں، جیسے اِن رذیلوں نے کی ہے تم اُن غریبوں کو نکال دو تو ہم تمہارا

کہنا مان لیں، ہم اُن کے ساتھ نہیں رہ سکتے، ہماری شرافت اس کو گوارا نہیں کر سکتی۔

حضرت نوحؑ نے کہا: میں اُن مسلمانوں کو نہیں نکال سکتا، نہ میں بادشاہ ہوں نہ میرا دربار، شاہی دربار ہے کہ غریبوں کو نکال دوں اور امیروں کو جگہ دوں، میں صرف اس لئے آیا ہوں کہ تمھیں بُرے انجام سے ڈراؤں، اور اچھی باتوں پر آمادہ کروں۔

مال داروں کا قول

امیروں نے کہا: ہم سمجھتے ہیں کہ نوحؑ ہم کو جس چیز کی دعوت دیتے ہیں وہ حق نہیں ہے، اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے۔

بھلائی میں سبقت لے جانے والے تو ہم ہی لوگ ہیں۔

ہمارے پاس بہترین لباس ہیں۔

رہنے کے لئے عمدہ سے عمدہ محل ہیں۔

کھانے کے لئے بہتر سے بہتر چیزیں ہیں، ہم کیوں اُن کی بات مانیں۔

دولت ہماری کنیز ہے، عزت کے ہم مالک ہیں، ہم کیوں کسی کے غلام بنیں اور کیوں کسی کی پیروی کریں۔

اگر یہ دین حق ہوتا اور بہتر ہوتا تو ہم ہی اس کے حق دار ہوتے۔

حضرت نوحؑ کوشش کر کے تھک جاتے ہیں

حضرت نوحؑ نے اپنی قوم کو دین کی طرف مائل کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔

ہر ہر طریقہ سے سمجھایا، ہر ہر طریقہ سے نصیحت کی، کہا اے قوم! میں تمہارا خیر خواہ ہوں، تم کو بُرے دن سے ڈراتا ہوں۔

اے قوم! میرا کہنا مان لو، میں تمہارے ہی فائدہ کے لئے کہتا ہوں، اس میں میرا کوئی فائدہ نہیں ہے اور نہ میری کوئی غرض ہے۔

اے قوم! اللہ سے ڈرو اور اُس کی عبادت کرو، وہ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کر دے گا، اور تمہاری عمر میں، تمہارے رزق میں اور تمہاری اولاد میں برکت عطا فرمائے گا۔

اے قوم! تم اپنے پیدا کرنے والے کو بھول گئے، تم کو اور جو یہ تمہارے چاروں طرف عجائبات اور دلکش مناظر ہیں، یہ کس نے پیدا کئے ہیں، اُن کا بنانے والا کون ہے؟

اُن کی طرف کیوں نہیں دیکھتے اور کیوں نہیں غور کرتے۔

آسمان کو دیکھو، زمین کو دیکھو، چاند، سورج، تاروں کو دیکھو، جس پر نظر ڈالو گے اس کی قدرت کے کھیل نظر آئیں گے۔

یہ آسمان کس نے بنایا ہے؟

آسمان کو چاند، سورج، تاروں سے کس نے رونق بخشی؟ زمین جس پر تم چلتے پھرتے ہو اور آرام کرتے ہو، یہ کس نے بنائی؟

تم کو کس نے پیدا کیا اور کون تمھیں رزق دیتا ہے؟

تم بیمار ہوتے ہو تو کون تمھیں شفا دیتا ہے؟

بارش کس کے حکم سے ہوتی ہے؟

تمھاری آئی ہوئی مصیبت کون ٹالتا ہے؟

لیکن حضرت نوحؑ کی قوم نے نہ مانا اور نہ ایمان لائی۔

وہ حضرت نوحؑ کی بات تو سنتے نہ تھے، مانتے کیسے اور ایمان کیسے لاتے۔

حضرت نوحؑ جب نصیحت شروع کرتے تو وہ اپنے کانوں میں اُنگلیاں ٹھونس لیتے تھے۔

دُعا

حضرت نوحؑ نے بہت کوشش کی اور مدتوں سمجھایا، نوسو پچاس برس تک سمجھاتے رہے اور اسلام کی دعوت دیتے رہے۔

مگر واہ ری قوم! اُن کی سختی کی کوئی حد نہ تھی، نہ حضرت نوحؑ کی بات کان لگا کر سنی نہ ایمان لائی، نہ بتوں کی عبادت سے باز آئی۔

نہ اللہ کا دھیان آیا نہ آخرت کی فکر ہوئی۔

حضرت نوحؑ سمجھاتے سمجھاتے تھک گئے۔

انتظار کرتے کرتے اُکتا گئے۔

صبر کی طاقت جواب دے گئی۔

اور صبر کب تک کرتے کوئی حد بھی ہے۔

برابر اپنی آنکھوں سے بتوں کی پرستش کرتے ہوئے دیکھتے تھے۔

دیکھتے تھے کہ لوگ رزق تو اللہ کا دیا ہوا کھاتے ہیں اور عبادت اُن پتھر کی مورتیوں کی کرتے ہیں۔

یہ حضرت نوحؑ کا کام تھا کہ نوسو پچاس برس سے یہی حالت دیکھتے رہے، سمجھاتے رہے اور صبر کرتے رہے۔

اللہ اکبر! صبر کی کوئی حد ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو وحی بھیجی کہ تمہاری قوم میں جس کو ایمان لانا تھا، لے آئے، اب کوئی ایمان نہ لائے گا۔

قوم نے حضرت نوحؑ سے کہا: اے نوحؑ! تم روزانہ برابر ہم سے جھگڑتے ہی رہتے ہو، اب ہم اِس کو برداشت نہیں کر سکتے، تم کو جو کرنا ہو وہ کرلو!

جس عذاب سے تم ہمیں ڈراتے ہو، جس بات کا ہم کو خوف دلاتے ہو، اگر تم سچے ہو تو اُس کو لے آؤ۔

حضرت نوحؑ کو یہ سن کر بہت غصہ آیا اور وہ اپنی قوم

سے بالکل مایوس ہو گئے۔

انھوں نے دعا کی کہ اے اللہ اُن پر ایسا عذاب نازل فرما کہ اُن میں سے ایک بھی کافر نہ بچے۔

کشتی

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی دعا قبول فرمائی، حکم دیا کہ ایک بڑی سی کشتی بناؤ۔

حضرت نوحؑ نے کشتی بنانا شروع کی۔

جب اُن کی قوم اُن کو کشتی بناتے دیکھتی تو خوب ہنستی تھی، اور مذاق اڑاتی تھی۔

کہتی تھی! اے نوحؑ یہ تم کیا بنا رہے ہو۔

تم بڑھئی کب سے ہو گئے۔

تم نے کب سے بڑھئی کا کام اختیار کیا۔

ہم تمھیں منع کرتے تھے کہ اُن کمینوں پیشہ وروں کے پاس نہ بیٹھو مگر تم نے ہمارا کہنا نہ مانا۔

تم نے بڑھئی اور لوہار کی صحبت نہ چھوڑی اُس کا یہ اثر ہوا۔

اے نوحؑ! یہ تو بتاؤ اس کشتی کو کہاں چلاؤ گے؟

بھئی واہ تم بھی خوب چیز ہو، تمہاری ہر بات ایسی ہی ہوتی ہے۔

اس کو ریت میں چلاؤ گے یا پہاڑ پر چڑھاؤ گے، بتاؤ تو کیا کرو گے؟ دریا تو یہاں سے سینکڑوں کوس دور ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ یا تو جن اس کو اڑا کر لے جائیں گے یا بیل جوت دو گے وہ کھینچ لے جائیں گے، کیوں سچ کہتے ہیں نا؟

حضرت نوحؑ یہ باتیں سنتے رہے اور صبر کرتے رہے۔ اس سے بھی زیادہ سخت باتیں سنیں اور صبر کیا۔

بس یہی جواب دیا کہ آج تم ہم پر ہنستے ہو کل انشاء اللہ ہم تم پر ہنسیں گے۔

طوفان

آ گیا اللہ کا وعدہ جس کا اِس قوم کو انتظار تھا، جس کے لئے اُنھوں نے حضرت نوحؑ سے کہا تھا کہ جس کا تم ہم کو خوف دلاتے ہو اگر تم سچے ہو تو لے آؤ۔

اللہ کا عذاب! خدا بچائے بہت ہی سخت ہے۔

پانی جو چلا ہے تو اُس کو سوائے خدا کے کون روک سکتا ہے۔

آسمان برستا تھا اور زمین اُگلتی تھی۔

آسمان معلوم ہوتا تھا کہ چھلنی ہے جس کی کوئی روک نہیں ہے، اُوپر سے پانی نیچے سے پانی، غرض پانی ہی پانی تھا۔

چاروں طرف سے پانی نے گھیر لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو وحی بھیجی کہ تم اپنے گھر والوں اور مسلمانوں کو لے کر اس بستی سے نکل جاؤ، اور

اپنے ساتھ ہر جانور کا ایک ایک جوڑا لے لو، آج کے دن اس طوفان سے کوئی نجات نہیں پاسکتا حیوان ہو یا انسان۔

حضرت نوحؑ نے کشتی پر اپنے گھر والوں کو اور تمام مسلمانوں کو اور ہر جانور کے ایک ایک جوڑے کو بٹھایا، پھر خود بیٹھ گئے اور کہا:

"بِسْمِ اللّٰہِ مَجْرٖیْھَا وَمُرْسٰھَا اِنَّ رَبِّیْ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ٥

ترجمہ: اللہ کے نام کے ساتھ اس کا چلنا اور تھمنا ہے، بیشک میرا رب بخشنے والا مہربان ہے۔

کشتی موجوں کو چیرتی، تھپیڑوں سے ٹکراتی ہوئی چلی جارہی تھی، اور موجیں اس غضب کی اٹھتی تھیں جیسے بڑے بڑے پہاڑ دریا میں تیر رہے ہوں۔

جب معمولی دریا بڑھ کے وہ غضب ڈھاتے ہیں کہ الٰہی توبہ، پھر یہ تو زبردست قدرت والے کا بھیجا ہوا عذاب تھا، اس کے جوش و غضب کا کیا پوچھنا۔

حضرت نوحؑ کی قوم اللہ کے عذاب سے بھاگتی پھرتی تھی اور کہیں بچاؤ کی صورت نظر نہیں آتی تھی کہیں ٹھکانا نہیں ملتا تھا، اس کے عذاب سے کون بچا سکتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا

حضرت نوحؑ کا ایک لڑکا کافروں کے ساتھ رہا۔
حضرت نوحؑ نے سوار ہوتے وقت کہا:
"اے میرے بیٹے میرے ساتھ تو بھی سوار ہو جا ورنہ تو بھی ڈوب جائے گا۔"
اس نے کہا: میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا پہاڑ مجھے ڈوبنے سے بچا لے گا۔"
حضرت نوحؑ نے کہا: "آج کے دن کوئی نہیں بچ سکتا، ہاں جس پر اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔"
یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ پانی کا ایک تھپیڑا آیا اور اس کو بہا لے گیا۔

حضرت نوحؑ کو بیٹے کے ڈوب جانے کا رنج بہت ہوا، اور کیسے نہ ہوتا بیٹا تھا۔

حضرت نوحؑ نے خیال کیا کہ بیٹے نے پانی سے نجات نہیں پائی تو خیر یہی غنیمت ہے کہ آخرت کی آگ سے نجات پا جائے اس لئے کہ آگ پانی سے زیادہ ہولناک اور دردناک ہے۔

اللہ کا وعدہ تھا کہ تمہارے گھر والوں کو نجات دوں گا۔

اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

پس حضرت نوحؑ نے ارادہ کیا کہ اللہ کے دربار میں اپنے ڈوبنے والے بیٹے کی سفارش کروں۔

حضرت نوحؑ نے کہا، اے میرے پروردگار تو نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا کہ تمہارے گھر والوں کو نجات دوں گا، میرا بیٹا میرے گھر والوں میں شمار ہے۔

مگر اللہ بندوں کی صورتیں اور اُن کے حسب و نسب کو نہیں دیکھتا، وہ تو صرف اعمال دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ مشرک کے لئے سفارش نہیں قبول فرماتا، اگرچہ وہ نبی کا بیٹا ہی ہو۔

نبی کے گھر والوں میں مشرک کا شمار نہیں ہوتا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ سے کہا:

''اے نوح! تیرا بیٹا تیرے گھر والوں میں شمار نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے عمل خراب تھے وہ کافر تھا۔ مجھ سے ایسا سوال مت کرو جس کا تم کو علم نہیں۔

حضرت نوحؑ نے فوراً توبہ کی، اور کہا:

''اے میرے پروردگار میں ایسے سوال سے پناہ مانگتا ہوں، جس کا مجھ کو علم نہیں میری اس غلطی کو معاف فرما، مجھ پر رحم کر، ورنہ مجھ کو سخت سے سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔

طوفان کے بعد

جب سب کافر ڈوب گئے، بستی کی بستی تباہ و برباد

ہوگئی تو اللہ نے کہا:

''اے آسمان رُک جا، اور اے زمین پانی کو نگل لے۔''

اللہ کے حکم کی دیر تھی، اِدھر اس نے حکم دیا اُدھر پانی خشک ہوا۔

حضرت نوحؑ کی کشتی جودی پہاڑ پر جا کر ٹھہر گئی۔

آواز آئی۔ ''اے نوحؑ سلامتی کے ساتھ اُتر پڑو۔''

حضرت نوحؑ اپنے گھر والوں، مسلمانوں اور جانوروں کے جوڑوں کے ساتھ کشتی سے اُتر پڑے۔

خشکی پر چلتے تھے اور شکر کرتے تھے۔

حضرت نوحؑ کی قوم ہلاک ہوگئی، اور اُن پر کوئی رونے والا نہ تھا۔

نہ آسمان نے اُن پر آنسو بہائے۔

نہ زمین کو اُن پر ترس آیا۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی اولاد میں برکت عطا

فرمائی تھی۔

حضرت نوحؑ کی اولاد خوب بڑھی، اتنی بڑھی کہ ملک کے ملک اُن کی اولاد سے آباد ہو گئے۔

اُن کی اولاد میں انبیاءؑ بھی ہوئے، اور بادشاہ بھی ہوئے، اور بہت اُمتیں ہوئیں۔

حضرت نوحؑ پر دونوں جہاں میں سلامتی ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قوم عاد

حضرت نوحؑ کی اُمّت اللہ تعالیٰ کے عذاب میں گرفتار ہوئی، جیسا کہ تم نے حضرت نوحؑ کے قصہ میں پڑھا ہے۔

ساری اُمت مٹ کے رہ گئی، پورا شہر برباد ہو گیا، ساری بستی ویران ہو گئی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کی اولاد میں برکت دی، جیسے حضرت آدمؑ کی اولاد میں برکت دی تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے سارا شہر آباد ہو گیا پوری بستی حضرت نوحؑ کی اولاد سے بھر گئی۔

حضرت نوحؑ کی اولاد میں بہت سی قومیں ہوئیں جنہوں نے پورے پورے ملک آباد کئے، انہیں قوموں میں سے ایک قوم عاد کے نام سے مشہور ہوئی۔

قوم عاد کے لوگ بڑے زبردست اور بہت طاقتور تھے اُن کے جسم فولاد کے اور دل پتھر کے معلوم ہوتے تھے۔

یہ ہرایک کو ہرادیتے تھے، جس پر چاہتے تھے ظلم و زیادتی کرتے تھے، کوئی ان سے جیت نہیں سکتا تھا، ہرایک اُن سے ڈر جاتا تھا، اور یہ کسی سے ڈرنا جانتے ہی نہ تھے۔

عاد کے پاس کسی چیز کی کمی نہ تھی، ہر چیز ضرورت سے زائد اُن کو ملی تھی۔

اُن کی اولاد اتنی زیادہ ہوئی کہ پورا شہر آباد ہوگیا، سارے مکانات بھر گئے۔

جب اُن کے لڑکے صبح کے وقت سیر و تفریح اور کھیل کود کے لئے نکلتے تھے تو عجیب چہل پہل ہوتی تھی

اور عجیب رونق نظر آتی تھی اور جب اُن کے اونٹ اور بکریاں جنگل چرنے جاتیں تو اُن کا منظر دیکھنے کے لائق ہوتا تھا، پورا جنگل اونٹ اور بکریوں سے بھر جاتا تھا۔ اور گھوڑے جب میدان جنگ میں لڑائی کے لئے قطار باندھ کر نکلتے تھے، تو اُن کا سماں بھی قابل دید ہوتا تھا۔

زمین ایسی کہ معلوم ہوتا تھا کہ سبز مخمل بچھا ہے پھر اس میں جا بجا چشمے، نہریں، تالاب اور کنویں، صاف شفاف پانی، جیسے سبز مخمل میں سفید ریشم کا کام، مکانات کے چاروں طرف سرسبز و شاداب چمن پھولوں کی بہار، پھل دار درختوں کی قطار کہ دیکھتے ہی رہیئے۔

غرض راحت و آرام کے سیکڑوں سامان تھے، آرام کے دن تھے، عیش کی راتیں تھیں۔

مگر اللہ اکبر، عاد کی نافرمانی کی بھی کوئی حد تھی، اللہ کی دی ہوئی یہ نعمتیں اور اُس کو بھولے بیٹھے تھے۔

عاد کی نافرمانی

عاد ایسی نافرمان دیدے کی صاف قوم کہ راحت و آرام پاکر اللہ کو بالکل بھول گئی۔

جانتے تھے کہ حضرت نوحؑ کی اُمت پر اسی نافرمانی کی وجہ سے عذاب آیا تھا اور ساری اُمت ڈوب گئی تھی۔

خوب سمجھتے تھے کہ اسی سرکشی کی وجہ سے اُنھوں نے یہ دن دیکھا تھا۔

اپنے باپ دادا سے اس ہولناک عذاب کا قصّہ سنتے رہتے تھے، زمین میں جا بجا طوفان کے نشانات دیکھتے رہتے تھے، مگر اُن کو ہوش آیا نہ آنکھ کھلی، نہ وہ خوابِ غفلت سے جاگے۔

اُسی طرح بتوں کی عبادت کرتے جیسے حضرت نوحؑ کی اُمت کرتی تھی، بالکل اُن کا نمونہ تھے، بس اُنھوں نے رکھا اور اِنھوں نے اُٹھالیا، اپنے ہاتھوں پتھر

تراش کر بت بناتے تھے پھر اُن کی پرستش کرتے تھے، اُن کے آگے سجدہ کرتے تھے، اُن سے سوال کرتے تھے، اُن کی عبادت میں دن رات لگے رہتے تھے، اُن سے دعائیں مانگتے تھے، اُن پر نذر و نیاز چڑھاتے تھے، اُن کے نام کی قربانی کرتے تھے۔

کیسی اُن کی عقلیں تھیں، اتنا نہیں سمجھتے تھے کہ ہمیں نے اُن کو بنایا ہمیں اُن کو سجدہ کریں، اُن سے مرادیں مانگیں، یہ نہ سمجھتے تھے کہ یہ پتھر کی مورتیاں جن کو ہمارے ہاتھوں نے بنایا یہ ہم کو کیا دے دیں گی، کون سی حاجت پوری کر دیں گی، یا کون سی تکلیف رفع کر دیں گی، یہ خود ہی بے حس و حرکت ہیں ہم کو کیا آرام پہنچائیں گی۔

مگر تو بہ وہ کیا سمجھتے اُن کی عقلیں تو کھوگئی تھیں۔

دنیا کے معاملات میں بڑے سمجھ دار اور دین کے معاملہ میں انتہائی ناسمجھ اور بے حد غبی تھے۔

عاد کی سرکشی

عاد کی قوت، اُن کے مال اور اُن کی اولاد، اُن کے لئے مصیبت بن گئی۔

اس لئے کہ قوت کے زور، مال کے نشہ اور اولاد کی محبت نے اُن کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا۔

وہ دنیا کی نعمتیں پا کر دین سے بے خبر ہو گئے، نہ اللہ پر ایمان لائے نہ آخرت کا یقین کیا۔

لوگوں پر ظلم کرتے تھے اور کوئی اُن کو ظلم سے روکنے والا نہ تھا۔

اُن کو کون روک سکتا تھا کس میں طاقت تھی کہ اُن کو روک کر اپنے سر بلا مول لے۔

اور وہ کیسے ظلم نہ کرتے، مال دار تھے، روپیہ والے تھے، دولت کا نشہ تھا، قوت کا گھمنڈ تھا۔

ہر مغرور ظالم ہوتا ہے اور ظلم کرتا ہے۔

عاد انتہائی مغرور اور پرلے درجہ کے ظالم تھے، ظلم و زیادتی کرتے تھے اور اللہ سے بالکل نہیں ڈرتے تھے۔

ڈرتے کیسے! اللہ کو سب سے بڑا سمجھتے، اس کو ہر چیز پر قادر سمجھتے، اس پر ایمان لاتے، آخرت کا یقین کرتے، روز حشر کا خیال ہوتا تو سمجھتے۔

جنگلی جانوروں کی طرف تھے، کھایا پیا کھیلے کودے اور پڑ کے سو گئے، بس۔

جب کسی پر غصّہ ہوتے تو بالکل شیر کی طرح جیسے شیر بکری پر حملہ کرتا ہے تو اُس کو کھا جاتا ہے، اسی طرح جس کو کمزور سمجھتے اس کی جان کے دشمن ہو جاتے تھے اس کو بالکل برباد کر دیتے تھے، کسی پر غصہ آتا تو مست ہاتھی کی طرح حملہ کرتے تھے اور اُس کو مار ڈالتے تھے۔

جب کسی قوم سے لڑتے اور فتح پاتے تو اُن کی کھیتی برباد کر دیتے تھے اور جب کسی بستی میں داخل ہوتے تھے تو وہاں کے رہنے والوں کو ذلیل کر کے نکال دیتے تھے

اور اس بستی کو بالکل مٹا دیتے تھے، برباد کر دیتے تھے۔

غریب اور کمزور آدمی ان کی برائی سے پناہ مانگتے تھے، اور وہ اُن کے ظلم سے تنگ آ گئے تھے اُن کے سائے سے بھاگتے تھے۔

عاد کی قوت خود اُن کے لئے اور تمام لوگوں کے لئے عذاب جان بن گئی تھی۔

ہر وہ شخص جو اللہ سے نہ ڈرے گا، ایمان نہ لائے گا تو وہ خود اپنے لئے اور تمام لوگوں کے لئے مصیبت بن جائے گا، اس لئے کہ اللہ سے نہ ڈرنے والا، جو نہ کرے وہ تھوڑا ہے۔

اللہ کا خوف ہو، روز حشر کا ڈر ہو، موت کا خیال ہو تو وہ برائی کرتے ڈریں، ظلم سے باز آئیں، کمزوروں پر ترس کھائیں، ضعیفوں کی مدد کریں۔

مگر وہ کیوں کرتے اور کیوں ڈرتے، نہ انہیں مرنا تھا نہ خدا کو منہ دکھانا تھا۔

وہ سمجھتے تھے کہ ہم اسی طرح کھائیں گے کھیلیں گے کوئی ہمیں روک نہیں سکتا کوئی ہمیں اِس عیش و آرام سے نکال نہیں سکتا۔

عاد کے محل

عاد کا کوئی کام نہ تھا، بس کھانا، پینا، شراب کباب، ناچ گانا، کھیل کود، سیر وتفریح، عیش و آرام، یہی اُن کا مشغلہ تھا، اسی میں اُن کا دن تمام ہوتا تھا اور اسی میں راتیں گزرتی تھیں۔

جو بہت روپیہ والے تھے وہ اونچے اونچے اور بڑے بڑے محل بناتے تھے، اُن کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے، اِتراتے پھرتے تھے کہ ہماری بڑی کوٹھی ہے، ہم بہت امیر آدمی ہیں، وہ اپنا سارا روپیہ کوٹھیوں کے بنانے میں خرچ کر دیتے تھے، جہاں کوئی خالی جگہ دیکھی وہیں ایک کوٹھی بنالی، چاہے جس کی زمین ہو، اس سے اُن کو کیا

مطلب، اُن کا شوق پورا ہو جائے، اُن کو آرام مل جائے دنیا چاہے جس حال میں ہو۔

پھر ایسے مضبوط محل بناتے تھے، گویا ہمیشہ اس میں رہیں گے، کبھی نہ مریں گے اور بناتے چلے جاتے تھے چاہے ضرورت ہو یا نہ ہو، بیچارے غریب بھوکوں مرتے تھے وہ مکان کہاں سے بناتے، جس کے پاس پیٹ بھرنے کے لئے روپیہ نہ ہو وہ مکان کیسے بنا سکتا ہے۔

امیر آدمیوں کی بڑی بڑی کوٹھیاں بیکار پڑی تھیں اور غریبوں کو سر چھپانے کے لئے جھونپڑا بھی نصیب نہ تھا۔

جو شخص اُن بڑے آدمیوں کے عالیشان محلوں اور ان کی نمائشی چیزوں کو دیکھتا تو سمجھ لیتا تھا کہ اُن محلوں کے رہنے والے اور نمائشی چیزوں پر جان دینے والے بھلا کیا ایمان لائیں گے۔

حضرت ہود علیہ السلام

جب عاد کی نافرمانی حد کو پہونچ گئی تو اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اُن کے پاس کسی رسول کو بھیجا جائے۔

اللہ تعالیٰ اس کو کب پسند کرتا ہے کہ اس کے بندے کفر وشرک پر کمر باندھ لیں، اُس کو بھول جائیں اور پتھروں کو اپنا معبود سمجھ لیں، پھر اس کی کمزور اور غریب مخلوق پر ظلم وزیادتی کریں، لوٹ مار مچائیں۔

عاد تو اپنی عقلیں کھو چکے تھے، وہ اپنی عقلیں شراب کباب اور کھیل کود کی نذر کر چکے تھے۔

محلوں کے بنانے اور اس کی زیبائش اور آرائش کی تجویزوں سے اُن کے دماغ کو چھٹی نہ رہی تھی، اب وہ دین کی بات کیسے سمجھتے، دنیا کے معاملہ میں بہت ہی سمجھدار اور عقل مند تھے اور دین کے معاملہ میں بے وقوف سے بے وقوف اور غبی سے زیادہ غبی تھے۔

اس بے وقوفی اور حماقت کی حد یہ ہے کہ اپنے ہی ہاتھوں سے پتھروں کی مورتیاں بنائیں اور اُن کو خدا سمجھ لیں، تاکہ اُن کے آگے سجدہ کریں، اُن سے اپنی مُرادیں مانگیں اور اُن کی عبادت کریں۔

اللہ تعالیٰ کو منظور تھا کہ جو رسول اُن کی طرف بھیجا جائے وہ انہیں کے خاندان سے ہو، تاکہ یہ اُن کی بات سمجھ سکیں اور اُن سے مانوس ہوں۔

حضرت ہودؑ عاد کے شریف گھرانہ میں پیدا ہوئے اور وہیں بڑھے اور پلے۔

حضرت ہودؑ کی نیکی اور عقل مندی کو سب جانتے اور مانتے تھے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی نصیحت

حضرت ہودؑ اللہ کا پیغام لے کر اپنی قوم کے پاس آئے اور کہا:

''اے قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، عبادت کے لائق وہی ایک ذات ہے، یہ پتھر پرستش کے لائق نہیں۔''

''اے قوم! بڑے شرم کی بات ہے کہ تم پتھروں کو پوجو، پتھروں کی پرستش کرو، اور جس نے تم کو پیدا کیا اس کو بھول جاؤ اور اس کی عبادت واطاعت سے منھ موڑلو۔''

''اے قوم! بڑی حیرت کی بات ہے کہ کل تم نے اپنے ہاتھوں سے پتھروں کو تراش کر مورتیاں بنائیں اور آج تم انہیں مورتیوں کی پوجا کرنے لگے، اُن کو اپنا معبود بنالیا، اور حقیقی معبود سچے بادشاہ کو بھلا دیا۔

اللہ تعالیٰ نے تم کو پیدا کیا، تمہارے رزق میں، مال واولاد میں، کھیتی باڑی میں برکت عطا فرمائی۔ پھر تمہیں سب سے زیادہ طاقت ور بنایا اور اس ملک کی بادشاہت عطا فرمائی۔

کیا اُن نعمتوں کا یہی حق تھا کہ اس کی بندگی چھوڑ کر

بتوں کی بندگی اختیار کرلواور اُن کو اپنا معبود سمجھ لو۔

تمہیں تو چاہئے تھا کہ اِن بڑی بڑی نعمتوں اور پروردگار کی اِن بخششوں پر اس کا شکر ادا کرتے، اس کو اپنا معبود سمجھتے، اس کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہراتے، اسی کے آگے سجدہ کرتے، اسی سے اپنی مرادیں مانگتے اور اسی سے اپنی خواہشوں کا اظہار کرتے، اسی پر بھروسہ کرتے۔

تم پر لازم تھا کہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو کھا کر اللہ کا شکر ادا کرتے، اس کی دی ہوئی چیزوں سے فائدہ اُٹھا کر اس کی عبادت کرتے۔

افسوس صد افسوس تمہاری عقلوں پر، تم سے اچھا تو تمہارا یہ کُتا ہے، کہ ایک ہڈی تم نے اُس کو دی اور وہ تمہارا ہو گیا تمہارے ساتھ سایہ کی طرح رہتا ہے، دم بھر کو تم سے جُدا نہیں ہوتا، سچ سچ بتاؤ تم نے بھی کسی کتے کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے مالک کو چھوڑ کر دوسرے کے پاس

چلا گیا ہو۔

اچھا یہ بتاؤ کہ تم نے کسی چرند پرند کو بتوں کے آگے سر جھکاتے اور پوجا پاٹ کرتے دیکھا ہے؟

کیا تم اُن چرند پرند سے بھی زیادہ ذلیل ہو؟

کیا تم اُن بے زبان جانوروں سے بھی زیادہ بے وقوف اور جاہل ہو؟

قوم کا جواب

قوم اُن باتوں کا کیا جواب دیتی کوئی جواب ہی نہ بن آیا۔

جواب کیا دیتے، وہ ایسی بات سننے کے عادی ہی نہ تھے، اُن کو کھانے پینے، عیش کرنے سے فرصت ہی نہ تھی کہ کسی اور بات پر غور کریں۔

بعضوں نے کہا ہودؑ چاہتے کیا ہیں کیا کہتے ہیں؟ ہم تو اُن کی بات نہیں سمجھتے، ہم اگر بُرے ہیں تو اُن کا کیا

نقصان اور اگر اچھے ہو جائیں گے تو اُن کا کیا نفع ہوگا۔

بعض نے کہا ''ہودؑ کی عقل جاتی رہی'' بعض نے کہا ''ہودؑ کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔''

حضرت ہودؑ نے دوبارہ نصیحت کی تو جو امیر آدمی تھے وہ تنگ آ کر کہنے لگے۔

''ہودؑ! ہمارا گمان ہے کہ تمہارا دماغ خراب ہوگیا اور ہم تو تم کو جھوٹا آدمی سمجھتے ہیں۔''

حضرت ہودؑ نے کہا، نہ میں دیوانہ ہوں نہ بیوقوف ہوں، نہ میں جھوٹ بولتا ہوں، میں سچ کہتا ہوں کہ میں تمہارا رسول ہوں، مجھ کو اللہ نے تمہاری ہدایت کے لئے نبی بنا کر بھیجا ہے تاکہ میں تم کو اچھی بُری باتوں سے آگاہ کروں اور تم کو اُس بُرے دن کے عذاب سے ڈراؤں، جس کے آنے میں کوئی شک نہیں۔

اے قوم! میرا کہا مان لو، میں تمہارا خیر خواہ ہوں، تمہاری بھلائی کے لئے کہتا ہوں اگر میرا کہا مان لو گے تو

تمہارا ہی بھلا ہو گیا۔

قوم بھلا ایسی باتیں کب سن سکتی تھی، اس تذکرہ سے اُن کے کان ہی نا آشنا تھے، اُن سے تو کوئی دنیا کی باتیں کرتا، اُن کے اونٹ گھوڑوں کی، اُن کے محلوں اور باغوں کی اور اُن کی کاریگری کی تعریف کرتا تو وہ خوش ہوتے اور مزہ لیتے، دین کی باتیں وہ کس دل سے سنتے، دین سے اُن کو کیا مطلب، وہ اپنی اس زندگی پر نازاں تھے اور ایسے مطمئن تھے گویا ہمیشہ زندہ رہیں گے، کبھی موت ہی نہ آئے گی اور نہ کبھی بھولے سے اس کا خیال آیا کہ ہم دنیا میں کس غرض سے آئے ہیں ہمیں کیا کرنا چاہئے، کبھی اُنہوں نے ایک لمحہ کے لئے نہ سوچا کہ ہمیں مرنا ہے اور اللہ تعالیٰ کو منھ دکھانا ہے، قیامت قائم ہوگی، میدان حشر برپا ہوگا، گزرے اعمال کا حساب ہوگا، اس وقت کے لئے ہمیں کچھ کرنا چاہئے نہ کریں گے تو کیا ہوگا۔

تو بہ وہ کیا سوچتے اُن کو عیش و آرام کھانے پینے،

کھیل تماشوں سے فرصت ملتی تو سوچتے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی نرمی

حضرت ہودؑ برابر اپنی قوم کو سمجھاتے اور نصیحت کرتے رہے، نرمی اور محبت کے ساتھ اُن کو اللہ کی دعوت دیتے رہے مگر کیا اثر ہوتا، گناہ کرتے کرتے دل سیاہ ہوگئے تھے، حضرت ہودؑ نے بہت چاہا مگر اُن کے دل ایمان کے نور سے منور نہ ہوئے، اُنھوں نے ایمان کی روشنی لینا ہی نہ چاہی، کوئی کیسے دیتا اُن کو یہ تاریکی ہی پسند تھی۔

حضرت ہودؑ نے کہا ''اے قوم کل تک تم مجھ کو اپنا بھائی اور اپنا دوست سمجھتے رہے اور آج مجھ کو بھول گئے، اب مجھ کو اپنا دشمن سمجھنے لگے۔

اے میرے بھائیو! یہ تو بتاؤ تم مجھ سے ڈرتے کیوں ہو، میری صورت دیکھ کر بھاگ کیوں جاتے ہو،

کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تم کو کسی قسم کا نقصان پہونچاؤں گا، یا تم سے کچھ مانگ لوں گا۔

اے میرے عزیز بھائیو! میں تم کو نصیحت کرتا ہوں وہ تمہارے ہی فائدہ کے لئے کرتا ہوں، میرا اِس میں کوئی فائدہ نہیں، میری تم سے کوئی غرض نہیں، میں اپنی محنت کی مزدوری تو اپنے پروردگار سے لوں گا، تم کیوں ڈرتے ہو۔

اے میرے عزیز دوستو! کیا تم گمان کرتے ہو کہ تم اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو تمہارا مال واسباب ضائع ہو جائے گا تمہاری کھیتی باڑی برباد ہو جائے گی، تمہارے عیش وآرام میں خلل آجائے گا ہرگز نہیں، قسم خدا کی اگر تم اللہ پر ایمان لے آؤ گے تو تمہارا کچھ نقصان نہ ہوگا، بلکہ اللہ تعالیٰ تمہاری عمروں کو دراز فرمائے گا، تمہارے مال واولاد میں برکت عطا فرمائے گا، تمہاری کھیتی باڑی کی پیداوار میں ترقی دے گا، تمہارے جسموں میں اور زیادہ

قوت عطا فرمائے گا۔

اے میرے بھائیو! تم میرے رسول ہونے پر تعجب کیوں کرتے ہو، یہ کیا کوئی نئی بات ہے، اللہ تعالیٰ نے حضرت نوحؑ کو تمہارے اگلوں کے پاس جو تمہارے ہی باپ دادا تھے کیا نبی بنا کر نہیں بھیجا تھا، کیا انھوں نے اپنی قوم کو نہیں سمجھایا تھا؟ کیا انھوں نے اپنی اُمت کو نہیں ڈرایا تھا؟ پھر میرے رسول ہونے پر کیوں حیرت ہے، پھر میرے نبی ہونے پر کیوں تعجب کرتے ہو۔

اللہ کا تو یہ قاعدہ نہیں کہ ہر ایک کے پاس جائے اور کہے کہ یہ بات اچھی ہے اس کو اختیار کرو اور یہ بات بُری ہے اس کو چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اپنے رسول ہی کے ذریعہ اپنا پیغام پہونچاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی انتہائی محبت ہے کہ وہ رسول کو قوم ہی کے بھائی بندوں میں پیدا کرتا ہے اور رسالت کا شرف بخشتا ہے تاکہ وہ اچھی طرح نرمی اور محبت کے ساتھ سمجھائے اور نصیحت کرے،

اس لئے مجھ کو بھی اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا ہے تا کہ تم کو سمجھاؤں اور بُری بھلی بات سے آگاہ کروں۔

اے قوم! تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک ڈرانے والا اور سمجھانے والا آیا تو تم اس پر حیرت کیوں کرتے ہو، اس کو انوکھی اور نرالی بات کیوں سمجھتے ہو۔

قوم کا تنگ آکر جواب دینا

قوم نے حضرت ہودؑ کی نصیحت سنی، جب کوئی جواب نہ بن آیا تو کہتے کیا ہیں۔ "اے ہود! ہمارا معبود تم سے خفا ہو گیا ہے، اس کی ناراضگی کی وجہ سے تمہاری عقل ٹھکانہ نہیں رہی، یہ ہمارے معبود ہی کے غصہ کا اثر ہے، جو تم ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہو کوئی عقل کی بات نہیں کرتے۔

حضرت ہودؑ نے کہا: ''ارے یہ معبود یہ تو پتھر کی مورتیاں، تمہارے ہاتھوں کی گڑھی ہوئی ہیں، یہ کیا نقصان پہونچائیں گی، یا اُن سے کسی کو کیا نفع پہونچ سکتا ہے، یہ پتھر کی مورتیاں نہ بول سکتی ہیں، نہ سن سکتی ہیں، نہ چل پھر سکتی ہیں، یہ میری عقل کیا خراب کریں گی خوب بات تم نے کہی ہے، اصل بات یہ ہے کہ تمہاری عقل تو خود ٹھکانہ نہیں رہی، تمہارے دلوں سے اچھے برے کی تمیز اُٹھ گئی، اب تم کیوں میری بات کو اچھا سمجھنے لگے۔

سن لو! یہ تمہارے معبود نہ کسی کے ساتھ بھلائی کرسکتے ہیں نہ برائی، نہ کسی کو نفع پہنچا سکتے ہیں نہ نقصان۔

اچھی طرح سمجھ لو کہ تم بھی اس کی قدرت نہیں رکھتے کہ کسی کو نفع پہونچاؤ، یا نقصان، کسی کو مالا مال کردو یا برباد، یہ سب اللہ کے اختیار میں ہے، مخلوق کے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔

اللہ کے قبضہ میں سب کچھ ہے، اس کے حکم کے

بغیر ایک پتہ بھی نہیں ہل سکتا، ایک تنکا اس کے حکم کے بغیر تم اٹھا نہیں سکتے۔

اے قوم! کان کھول کر سن لو، میں نہ تمہارے ان معبودوں پر ایمان لاؤں گا نہ ان سے ڈروں گا اور نہ ڈرتا ہوں، مجھے تو ان سے نفرت ہے، میں اُن کی صورت نہیں دیکھنا چاہتا اور میں تم سے بھی نہیں ڈرتا اگر تمہاری پوری جماعت مل کر مجھے ستائے، جب بھی میں نہ ڈروں گا، میرا بھروسہ اللہ پر ہے، میں اپنے پروردگار پر بھروسہ کرتا ہوں جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی۔

عاد کی دشمنی

عاد نے سب کچھ سنا مگر ایمان نہ لائے، حضرت ہودؑ کی نصیحتوں سے تنگ آ کر ایک دن کہنے لگے:

"اے ہود! کیسے مانیں کہ تم رسول ہو تمہاری اس نبوت کی کون سی دلیل ہے دلیل دکھاؤ تو ہم جانیں، ہم

تمہاری اس نئی بات سے اپنے پرانے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے، چاہے تم لاکھ نصیحت کرو۔

کیا ہم تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے جن کو ہم اپنے باپ دادا کے وقت سے پوجتے چلے آئے ہیں، نہیں نہیں یہ نہیں ہوسکتا۔ ہم ہرگز نہیں چھوڑ سکتے، چاہے اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے۔''

''اے ہود! اگر تم ہمارے معبودوں پر ایمان نہ لاؤ گے اور اُن سے نہ ڈرو گے تو ہم بھی تمہارے معبود پر ایمان نہ لائیں گے اور نہ تمہارے معبود سے ڈریں گے، ہم روز تم سے سنتے رہتے ہیں عذاب عذاب! ہم کو دکھاؤ عذاب کہاں ہے اور بتاؤ کب آئے گا۔؟

حضرت ہودؑ نے کہا، اس کو اللہ ہی جانتا ہے، وہی عالم الغیب ہے میں تو صرف ڈرانے والا ہوں۔

قوم نے کہا: اے ہودؑ! ہم کو تو اس عذاب کا انتظار ہے، دیکھیں تو کیسا ہے اگر سچے ہو تو دکھاؤ۔

حضرت ہودؑ کو اُن کی اس دلیری اور جرأت پر بہت حیرت ہوئی اور اُن کی بدقسمتی پر بہت افسوس ہوا۔

عذاب

زمانہ سے اس شہر میں پانی نہیں برسا تھا، آسمان بالکل صاف تھا کہیں کوئی بادل کا ٹکڑا دکھائی نہ دیتا تھا زمین خشک تھی، پیڑ سوکھ پڑے تھے پتے کمہلا رہے تھے اور پھول مُرجھا رہے تھے۔

قوم عاد پانی کو ترس رہی تھی، بارش کا سخت انتظار تھا، مگر پانی کا ایک قطرہ نہ گرا۔

ہر وقت سب کی نگاہیں آسمان پر لگی رہتی تھیں کہ شاید اَبر نظر آجائے مگر ایک ٹکڑا بھی نظر نہ آتا تھا۔

پانی کی بے حد ضرورت تھی، کھیتی برباد ہو رہی تھی، باغات سوکھ رہے تھے، گرمی سے حواس بگڑ رہے تھے، بار بار آسمان کو دیکھتے تھے اور نگاہیں ناکام پلٹ آتی تھیں،

آخرکار مایوس ہوگئے، ایک دن انھوں نے بادل کا ایک ٹکڑا دیکھا جوان کی طرف آرہا تھا، بس پھران کی خوشی کا کیا پوچھنا اِک دَم چلاّ اُٹھے، یہ برسنے والا بادل ہے، یہ برسنے والا بادل ہے۔

اب ہر شخص کی زبان پر تھا، جس سے سنو یہی کہتا تھا یہ برسنے والا بادل، یہ برسنے والا بادل۔

اس خوشی میں ناچنے کودنے لگے، شور پرشور مچانے لگے۔

حضرت ہودؑ اَبر دیکھ کر سمجھ گئے کہ یہ برسنے والا بادل نہیں ہے یہ رحمت کی گھٹائیں نہیں ہیں، یہ عذاب کا بادل ہے۔

حضرت ہودؑ نے قوم سے کہا کہ تم اس کو رحمت کی گھٹائیں سمجھتے ہو، تم اس کو برسنے والا بادل سمجھ رہے ہو، غلط ہے، یہ برسنے والا بادل نہیں ہے، اس میں ہوا ہے اور ہوا میں دردناک عذاب ہے۔

اے قوم! جس عذاب کا تمہیں انتظار تھا وہ آ پہنچا، اب تم جانو اور تمہارے یہ معبود، مجھے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا اور جو سمجھانا تھا سمجھا چکا۔

دفعتہً ہوا چلی اور دَم بہ دَم تیز ہونے لگی اور اتنی تیز ہوئی کہ نہ کسی کانوں نے سنا اور نہ آنکھوں نے دیکھا اور اللہ نہ دکھائے ایسی سخت آندھی تھی کہ اللہ کی پناہ!

حضرت ہودؑ مسلمانوں کو لے کر اللہ کے حکم سے نکل گئے۔

اس وقت کی حالت قابل افسوس تھی، آندھی بڑھتی جاتی تھی اور لوگوں کو کہیں امن کی جگہ نہیں ملتی تھی، گرد ایسی اُڑ رہی تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہ سجھائی دیتا تھا، ساری دنیا اندھیری ہوگئی تھی۔

لوگ گھبرا گھبرا کر اپنے اپنے گھروں میں گھس گئے اور دروازے بند کر لئے اور دیواروں سے لپٹ لپٹ کر کھڑے ہوگئے۔

عورتیں چیختی تھیں، لڑکے روتے بلکتے اور شور مچاتے تھے اور سہم سہم کر اپنی ماؤں سے لپٹ جاتے تھے۔

مرد فریاد کرتے تھے اور چلّاتے تھے کمروں اور دالانوں میں گھستے پھرتے تھے۔

بڑے بڑے پختہ مکان اور مضبوط عمارتیں جن پر انہیں بڑا ناز تھا، سمجھتے تھے کہ ہمیشہ قائم رہیں گی، اُمید تھی کہ کبھی اُن سے جدا نہ ہوں گے، دھڑا دھڑ گر رہی تھیں، جیسے خزاں کے زمانہ میں درختوں سے سوکھے پتّے گرتے ہیں۔

بڑے بڑے درخت جڑ سے اُکھڑ رہے تھے، جانور ہوا کے زور سے ایسے اڑتے تھے جیسے پتنگ۔

مکانوں اور درختوں کے گرنے کی آواز اور آندھی کی مسلسل شائیں شائیں کی آواز سے لوگوں کے دل دہلے جاتے تھے، مگر کس میں قدرت تھی کہ اللہ کے بھیجے ہوئے عذاب کو دور کر سکتا۔

پکارنے والا پکار کر کہہ رہا تھا، آج کے دن تمہیں کوئی نہیں بچا سکتا، یہ اللہ زبردست قدرت والے کی طرف سے ہے۔

اللہ اکبر! عاد کی گمراہی اور نافرمانی کی کوئی حد ہے کہ اس وقت بھی ایمان نہ لائے، اس وقت بھی توبہ نہ کی عذاب دیکھ کر بھی نہ ڈرے، سرکشی کی کوئی حد نہیں، دلیری کی کوئی انتہاء نہیں۔

اس وقت کوئی اُن سے پوچھتا تمہیں تو اس عذاب کا انتظار تھا، اب کیوں بھاگے پھرتے ہو اور کیوں کوٹھری، دالانوں میں گھستے پھرتے ہو اور کیوں شور مچاتے ہو۔

یہ آندھی آٹھ دن اور سات راتیں رہی ساری قوم تباہ ہوگئی، پوری بستی ویران اور برباد ہوگئی۔

لاشیں ایسی پڑی تھیں کہ جیسے کھجور کی پیڑی پڑی ہوں۔

ایسا ہیبت ناک سماں اور ایسا پُر درداور عبرت خیز منظرتھا کہ الامان ، الحفیظ لاشیں میدان میں پڑی تھیں، پرندے انہیں نوچ نوچ کرکھارہے تھے۔

پورا شہر ڈراؤنا ہو گیا تھا، ہر جگہ اُداسی چھائی تھی، اور حسرت برس رہی تھی جن مکانوں کے بنانے میں اُنھوں نے اپنی پوری زندگی گنوائی تھی اور روپیہ برباد کیا تھا، جس مکان کو انتہائی شوق اور دُھن میں بنایا تھا اور خیال کرتے تھے کہ اِس میں ہمیشہ رہیں گے، وہ گرے پڑے تھے۔

حضرت ہودؑ نے اور مسلمانوں نے اپنے ایمان کی بدولت نجات پائی، اللہ نے اُن کو اپنی حفاظت میں رکھا۔

عاد نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی، اس کا شریک ٹھہرایا، اس کو چھوڑ کر بتوں کی پوجا کی، اُن کے آگے سر جھکایا، اُن سے مرادیں مانگیں، اس کا بدلہ یہ ملا کہ اللہ کے عذاب میں گرفتار ہوئے اور کوئی انہیں بچا نہ سکا۔

اور کون بچا سکتا ہے اللہ کے عذاب سے، اللہ کے عذاب کو ٹالنے کی کس میں قدرت ہے۔

اللہ کے عذاب کو کوئی نہیں دور کر سکتا اس کی بھیجی ہوئی بلا کو کوئی نہیں ٹال سکتا۔

اللہ کے عذاب سے، اس کے غصہ سے، اس کے غضب اور قہر سے اللہ کی پناہ، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ہر بلا سے محفوظ رکھے، آمین۔

حضرت ہود علیہ السلام پر اللہ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہوں۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۝ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

حضرت صالح علیہ السلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قومِ ثمود

قومِ عاد کے تباہ و برباد ہو جانے کے بعد قومِ ثمود کا زمانہ آیا، ثمود عاد سے بھی زیادہ سرکش، ظالم، نافرمان اور زبردست تھے۔

عاد حضرت نوحؑ کی امت کے نقشِ قدم پر چلے، ثمود عاد کے نقشِ قدم پر چلے۔

ثمود کو بھی اللہ تعالیٰ نے تمام نعمتوں سے مالا مال کیا تھا، مال اولاد سے، گھر کے گھر بھر دیئے تھے، کسی چیز کی کمی نہ تھی۔

خوبصورت خوبصورت باغات تھے، باغوں کے

نیچے نیچے ، آئینہ کی طرح صاف شفاف نہریں تھیں، مضبوط اور خوبصورت مکان تھے، ثمود کو ایک اور کمال آتا تھا وہ یہ کہ پہاڑ تراشنے کے فن میں طاق تھے۔

پہاڑوں کو تراش کر ایسے ایسے بے مثل اور بے نظیر مکان بناتے تھے کہ لوگوں کو حیرت ہوتی ، پھر پہاڑوں کے پتھر ایسی آسانی سے تراشتے تھے، معلوم ہوتا تھا کہ اُن کے ہاتھ میں پتھر موم ہو جاتا ہے۔

پتھروں میں نئے نئے نقش ونگار اور ایسی خوبصورت خوبصورت جالیاں بناتے تھے کہ دیکھتے ہی بنتا تھا۔

اور چٹانوں کے جگر سے وہ وہ بیل بوٹے اُگائے کہ معلوم ہوتا تھا کہ بہار کے موسم میں پھول کھلے ہیں اور ہنسے پڑتے ہیں۔

اُن کے شہر کی سرسبزی و شادابی دیکھ کر ہر شخص یہ سمجھتا تھا کہ بہار کا زمانہ ہے۔

لوگ مکانوں کی بلندی اور نئے نئے نقش ونگار کو

دیکھ کر بہت تعجب کرتے تھے، اور سمجھتے تھے کہ اُن عمارتوں کے بنانے والے دیو یا جن ہیں، انسان کی بھلا یہ طاقت کہاں۔

آسمان سے ہُن برستا تھا اور زمین اپنے خزانے اُگلتی تھی۔

آسمان پانی کی بوچھار کرتا تھا، زمین غلّہ اُگلتی تھی اور باغات، پھلوں اور میوؤں کی ڈالی لگاتی تھی۔

پھر اُن کے رزق میں مال و اولاد، کھیتی باڑی میں باغوں میں، دن دونی، رات چوگنی ترقی ہوتی تھی، دُنیا اُن کے لئے جنت تھی، ہر طرح کا عیش و آرام حاصل تھا، ہر طرح کی راحت میسر تھی، اقبال اُن کا غلام تھا دولت اُن کی کنیز تھی۔

ثمود کی نافرمانی

ثمود ایسے سرکش، ایسے نافرمان تھے کہ اللہ کی دی

ہوئی نعمت کھاتے رہے اور اللہ سے دور بھاگتے رہے۔

اس کی نہروں، چشموں اور تالابوں سے پانی پیا، کھیتی کے غلّہ سے پیٹ بھرے، باغوں کے پھلوں کو کھا کھا کر قوت بڑھائی۔

اس کی زمین پر چلے پھرے، کھیلے کودے مگر چھوٹے منہ سے ایک لفظ بھی اللہ کے شکر کا کبھی نہ نکلا۔

ایک منٹ کے لئے اس کے آگے سر نہ جھکایا۔

اپنے پیدا کرنے والے کا ایک لمحہ کے لئے بھی دھیان نہ آیا، بلکہ اور زیادہ سرکش اور زیادہ گمراہ ہوتے گئے۔

اپنی طاقت کے زور، اپنے مال کے نشہ میں اللہ کو بھول گئے، اُن کو اپنی قوت پر ناز تھا، اپنی زندگی پر بھروسہ تھا، اسی لئے وہ اپنے حال میں مگن تھے۔

سمجھتے تھے کہ ہم سے زیادہ کون ہوسکتا ہے، ہم سے زیادہ طاقت کس کو نصیب ہے۔

یہ نہ سمجھتے تھے کہ یہ زور اور طاقت کس کی بخشی ہوئی ہے، یہ عزت اور دولت کس نے دی ہے۔

یہ نہ جانتے تھے کہ یہ سب کچھ جس کے ہاتھ میں ہے وہ بڑا زبردست قدرت والا ہے۔

اگر وہ نہ چاہے تو یہ طاقت ایک دَم میں فنا ہو سکتی ہے، یہ ہستی ایک لمحہ میں مٹ سکتی ہے۔

یہ بڑے بڑے عالی شان محل، یہ خوبصورت خوبصورت رنگ برنگ کی کوٹھیاں، یہ باغات اور نہریں وچشمے یہ شہر کا شہر ایک منٹ میں برباد ہو سکتا ہے۔

مگر نہیں، اُن کو تو یہ گمان تھا کہ نہ ہم کبھی مریں گے نہ اُن محلوں، باغوں اور چشموں سے کبھی جُدا ہوں گے۔

اُن کو یقین تھا کہ موت ہم تک نہیں پہونچ سکتی۔

بھلا موت اُن مضبوط اونچی اونچی عمارتوں میں کیسے آسکتی ہے، اور ہم ایسے توانا، موٹے تازے آدمی کیسے مر سکتے ہیں حضرت نوحؑ کی اُمت تو اس لئے ڈوب

گئی کہ وہ جنگلوں اور وادیوں میں رہتی تھی۔ حضرت ہودؑ کی امت اس لئے ہلاک ہوئی کہ وہ میدان میں رہتی تھی۔

ہم کیسے ہلاک ہو سکتے ہیں۔ ہم تو ایسے مضبوط محلوں میں رہتے ہیں جہاں پرندہ پر نہ مار سکے۔

یہ نہیں سمجھتے تھے کہ جیسے ہم نے پہاڑ تراش کر مکان بنائے ہیں اور اس میں رہتے ہیں، ایسے ہی اُن لوگوں کی بھی مضبوط اور بلند عمارتیں تھیں، پھر موت اُن تک کیسے پہونچ گئی اور وہ کیسے مر گئے۔

بتوں کے غلام

ثمود کی سرکشی بڑھتی جاتی تھی، وہ دنیا کے جال میں پھنس کر اپنے خالق کو بھول گئے اور مخلوق کی اطاعت پر کمر باندھی اپنے معبود کی بندگی سے نکل کر بتوں کی بندگی اختیار کی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کو بادشاہت عطا فرمائی۔ ہر چیز

اُن کے قبضہ میں دے دی، پتھر کو اُن کے لئے موم کر دیا، جب چاہیں تراش لیں، وہ انکار نہیں کرسکتا، وہ اُن کے حکم سے سرتابی نہیں کرسکتا۔

لیکن وہ اتنے بے وقوف، ایسے احمق کہ اپنی بے وقوفی اور حماقت سے اپنے غلام کے خود غلام بن گئے اور پتھروں کی مورتیوں کو اپنا بادشاہ بنالیا، خود اُن کے بندے بنے اُن کو اپنا معبود بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کو عزت دی اور وہ خود اپنے ہاتھوں ذلیل وخوار ہوئے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن کو اپنی بندگی کے لئے پیدا کیا، اُن پر طرح طرح کے احسان کئے طرح طرح کے انعام کئے، اُن پر اپنی رحمت اور برکت کے دروازے کھول دیئے، مگر وہ ایسے نافرمان، سرکش، جاہل اور بے وقوف کہ اللہ کو چھوڑ کر، اس کو بھول کر پتھروں کے بندے بنے اپنے ہاتھوں سے پتھروں کی مورتیاں بنائیں اور اُن کے

آگے گر گر پڑے اور جھک جھک پڑے۔

غور کرنے کی بات ہے کہ کیا کسی طاقت ور زبردست آدمی نے کسی کمزور کی اطاعت کی ہے؟

کیا کسی امیر اور مغرور آدمی نے کسی رذیل غریب کی خدمت کی ہے؟

کسی آقا نے یا کسی سردار نے اپنے غلام کی غلامی کی ہے، اس کے آگے ادب سے کھڑا ہوا ہے، اس سے اپنی مرادیں مانگی ہیں؟

یہ اُن ہی لوگوں کی حماقت تھی کہ اپنے ہی ہاتھوں سے بت بنائیں اور آپ ہی اُن کو سجدہ کریں، خود ہی اُن سے سوال کریں۔

حضرت صالح علیہ السلام

اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ اُن کی طرف بھی ایک نبی بھیجا جائے، جیسا کہ حضرت نوحؑ کی امت کی طرف

حضرت نوح علیہ السلام کو اور عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو بھیجا تھا۔

ثمود کی قوم میں ایک آدمی تھے، اُن کا نام صالح تھا یہ بہت ہوشیار، بہت نیک اور بہت عقل مند تھے۔

صالحؑ شروع سے بڑے ہونہار اور ترقی کرنے والے تھے۔

جب لوگ اُن کو دیکھتے تھے تو کہتے، دیکھو یہ صالحؑ ہیں، فلاں کے بیٹے۔

لوگوں کو اُن سے بڑی بڑی اُمیدیں تھیں، سمجھتے تھے کہ جب صالح بڑے ہوں گے تو بڑے شان دار اور مرتبہ والے ہوں گے تو اُن کی بڑی بڑی کوٹھیاں ہوں گی کوٹھیوں کے آس پاس خوش نما باغ ہوں گے اور عالی شان کوٹھیوں میں بہترین سامان ہوگا، نوکر چاکر دست بستہ حاضر ہوں گے۔

اُن کے والد کو بھی اُمید تھی کہ اُن کا ہونہار بیٹا اپنی

عقل مندی سے بڑی دولت اور نام پیدا کرے گا، بڑی شان سے سواری نکلے گی، آگے پیچھے دائیں بائیں اُن کے نوکر ہوں گے، جب اس شان سے نکلیں گے تو لوگ جُھک جھک کر سلام کریں گے اور کہیں گے کہ یہ فلاں کا بیٹا ہے تو اُن کو کیسی خوشی ہو گی، اُن کا دل کیسا باغ باغ ہو گا، جب لوگ کہتے ہوں گے کہ عبید (صالح کے والد) کس قدر خوش نصیب ہیں، اُن کا بیٹا بہت بڑا آدمی ہے۔

لیکن بندے کچھ سوچتے ہیں، اللہ تعالیٰ کچھ اور کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کو تو یہ منظور تھا کہ صالحؑ کو نبوت عطا فرمائے، اُن کو اُن کی قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجے کہ وہ لوگوں کو اندھیرے سے نکال کر روشنی کی طرف لائیں۔

اس سے بڑھ کر کون سی عزت و دولت ہے مگر وہ عقل کے اندھے اس شرف اور اس عزت کو کیا سمجھتے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ

حضرت صالحؑ اپنی قوم کے پاس آئے اور بلند آواز سے کہا:

"اے قوم! اللہ کی عبادت کرو، اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، پرستش کے لائق وہی ایک ذات ہے، اسی کے آگے سر جھکاؤ، اسی سے مرادیں مانگو، اور اسی پر بھروسہ کرو۔"

جو امیر آدمی تھے اُن کا مشغلہ ہی کیا تھا، بس یہی کھانا پینا، شراب کباب، کھیل کود، ناچ گانا، اور پتھروں کو تراش کر مورتیاں بنانا، اُن کے آگے سر جھکانا، اُن سے مرادیں مانگنا، پہاڑ تراش کر مکان بنانا اور اس میں عیش و آرام سے زندگی گزارنا اُن کو حضرت صالحؑ کی تعلیم انوکھی اور بُری معلوم ہوئی، نوکروں سے غصہ ہو کر بولے:

''یہ کون ہے؟''

نوکروں نے کہا''صالحؑ ہیں۔''

کہا''کیا کہتے ہیں''

نوکروں نے کہا'' کہتے ہیں کہ اللہ کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں، اُسی کی عبادت کرو اُسی کے آگے سر جھکاؤ، اُسی سے اپنی مرادیں مانگو، اُسی پر بھروسہ کرو۔''

اور کہتے ہیں کہ جب تم مر جاؤ گے، تو اللہ تم کو پھر زندہ کرے گا اور جو کچھ تم کر رہے ہو اس کا بدلہ دے گا۔''

اور کہتے ہیں کہ ''میں اللہ کا رسول ہوں مجھے اللہ تعالیٰ نے تمہاری ہدایت کے لئے بھیجا ہے۔''

یہ سن کر وہ لوگ خوب ہنسے اور کہا، خوب بات کہی کہ ہم رسول ہیں، ارے یہ رسول ہے؟ غریب آدمی بھی کہیں رسول ہوسکتا ہے، نہ اُن کے پاس محل نہ دو محلے، نہ باغ نہ نہریں، نہ تالاب نہ کھیتی باڑی، نہ پھل نہ میوے، بھلا یہ رسول ہوسکتے ہیں، یہ کیسے رسول ہوسکتے ہیں؟''

امیر کافروں نے غریب مسلمانوں کو بہکانا شروع کیا

امیروں نے دیکھا کہ بعض غریب لوگ حضرت صالحؑ پر ایمان لے آئے تو وہ بہت گھبرائے کہ ایسا نہ ہو رفتہ رفتہ سب ایمان لے آئیں اور ہماری جماعت گھٹ جائے، دوڑے ہوئے اُن کے پاس آئے اور کہا کہ تم صالحؑ کے ساتھ کیوں ہو گئے، اُن کی اطاعت کیوں کی اُن پر ایمان کیوں لائے؟

صالحؑ دنیا سے انوکھا اور نرالا تھوڑا ہی ہے، تمہارا ہی جیسا آدمی ہے، جیسا تم کھاتے ہو یہ بھی کھاتے ہیں، جو تم کرتے ہو یہ بھی کرتے ہیں، پھر اُن کی اتباع کرنا کیا معنی؟

اُن کا کہا کیوں مانا جائے، اُن کی کیوں اطاعت

کی جائے۔

اگر تم اُن کی اطاعت کروگے، اُن کا کہا مانوگے تو بہت نقصان اٹھاؤگے۔

دیکھو ہرگز اُن کا کہا نہ ماننا ورنہ تمہارے حق میں بہت بُرا ہوگا۔

صالحؑ تم سے کہتے ہیں کہ جب تم مرجاؤگے اور مٹی میں مل کر مٹی ہوجاؤگے تو پھر تم کو زندہ کیا جائے گا، بھلا یہ بات تمہاری سمجھ میں آسکتی ہے، تمہاری عقل اس کو تسلیم کرسکتی ہے کہ جب مٹی ہوجائیں گے، سڑگل جائیں گے تو کس طرح اس صورت میں پیدا ہوسکتے ہیں۔

صالحؑ تو بے وقوف ہیں، اُن کی بے عقلی پر افسوس آتا ہے۔

انسان مرتا جیتا رہتا ہے، دنیا میں یہی ہوتا چلا آیا ہے، مگر یہ آج تک نہ سنا کہ مرنے کے بعد پھر زندہ کئے جائیں گے، ارے یہ تو صالحؑ کی من گھڑت ہے، ہم

ایسے جھوٹے پر ایمان نہیں لا سکتے۔

ہمارا خیال غلط نکلا

ثمود کی نافرمانی اور دشمنی بڑھتی گئی، سوائے چند آدمیوں کے کوئی ایمان نہ لایا۔

جب حضرت صالحؑ اُن کو سمجھاتے تھے اور بتوں کی عبادت سے منع کرتے تھے تو وہ کہتے تھے، اے صالحؑ! ہم تو تم کو بہت ہونہار اور ترقی کرنے والا سمجھتے تھے، ہمارا گمان تھا کہ تم بڑے ہو کر بڑے آدمی ہو گے لیکن افسوس کہ تم کچھ بھی نہ ہوئے۔

ہم سمجھتے تھے کہ تم ایسی شان والے ہو گے کہ کوئی تمہارا مقابلہ نہ کر سکے گا، مگر ہمارا خیال غلط نکلا، تم کچھ بھی نہ ہوئے، تمہارے ہم جولی جو تم سے ہوشیاری میں کم تھے اب وہ سب بڑے آدمی بن گئے عزت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں اور مزے سے بسر کر رہے ہیں اور تم نے

فقیری اختیار کی۔

ہمیں تو تمہارے باپ پر افسوس آتا ہے کہ کیسا ہونہار لڑکا اُن کے ہاتھ سے نکل گیا، اُن کا کچھ بھی بھلا نہ ہوا انھوں نے تم سے کوئی فائدہ نہ اُٹھایا۔ تمہاری ماں نے تمہیں اس اُمید میں پالا اور پرورش کیا کہ تم بڑے ہوکر اُن کے کام آؤ گے، تم نے بڑے ہوکر اُن کی اُمیدوں پر پانی پھیر دیا، اُن کے ارمانوں پر بجلی گرادی، تم نے انہیں کسی طرف کا نہ رکھا۔

حضرت صالحؑ قوم کی اُن بے سروپا باتوں پر ہنستے تھے اور افسوس کرتے تھے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی نصیحت

حضرت صالحؑ اپنی قوم کو برابر سمجھاتے رہے نرمی اور محبت کے ساتھ اُن کو نصیحت کرتے رہے۔

کہتے تھے کہ اے بھائیو! اے میرے دوستو! کیا تم

سمجھتے ہو کہ تمھیں ہمیشہ یہاں رہنا ہے، کیا تم سمجھتے ہو کہ اُن عالیشان محلوں سے کبھی جدا نہ ہوگے، اُن باغوں، چشموں، نہروں، کھیتی اور پھلوں سے ہمیشہ فائدہ اُٹھاتے رہو گے، اُن پہاڑوں کو تراش کر ہمیشہ محل بناتے رہو گے۔

یہ تمہارا خیال غلط ہے، دُنیا میں ہمیشہ نہ کوئی زندہ رہا ہے اور نہ رہے گا، سب کو مرنا ہے اور اللہ کو منہ دکھانا ہے، دیکھو تمہارے باپ دادا بھی ایسے ہی دولت مند تھے خوبصورت خوبصورت گھنے، سرسبز شاداب باغات تھے، مکانوں کے آس پاس نہریں چشمے اور تالاب تھے۔

وہ بھی کھیتی باڑی کرتے تھے، وہ بھی بیوی بچے رکھتے تھے۔

دنیا کی ہر نعمت اُن کے پاس بھی تھی، مگر سب چھوڑ کر چل دیئے نہ دولت کام آئی نہ اولاد، خالی ہاتھ آئے تھے، خالی ہاتھ گئے۔

بتاؤ اُن مضبوط محلوں نے اور مال اولاد نے اُن کو

موت سے کیوں نہ بچالیا۔

سمجھ لو کہ موت آ کے رہے گی، موت سے کوئی نہیں بچ سکتا، چاہے زمین کی تہہ میں رہے۔

تم بھی اسی طرح مرو گے اور قیامت کے دن زندہ کئے جاؤ گے، پھر تم سے حساب کتاب ہوگا، تمہارے اعمال کے متعلق تم سے پوچھ گچھ ہوگی، یہ نعمت جو تم مزے سے کھا اور اُڑا رہے ہو، اس کا تم سے سوال ہوگا، بتاؤ اس کا کیا جواب دو گے، سوچو وہاں جا کر کیا کرو گے۔

اے میرے عزیز بھائیوں تم مجھ سے نفرت کیوں کرتے ہو، مجھ سے بھاگتے کیوں ہو، کیا تم سمجھتے ہو کہ میں تم سے کچھ مانگ لوں گا، تم اس کو یاد رکھو میں صرف تمہاری بھلائی کے لئے کہتا ہوں، میرا اِس میں کوئی فائدہ نہیں، مجھے تم سے کوئی غرض نہیں، میں اپنی محنت کی مزدوری تو اپنے پروردگار سے لوں گا تم کیوں گھبراتے ہو، تم کیوں ڈرتے ہو۔

اے میرے بھائیو! میں تمہارا بھائی تمہارا دوست اور تمہارا خیر خواہ ہوں، جو کچھ کہتا ہوں تمہاری بھلائی کے لئے کہتا ہوں، مگر افسوس ہے کہ اطاعت تو درکنار میری آواز سے گھبرا جاتے ہو جو لوگوں پر ظلم وزیادتی کرتے ہیں، لوگوں کا زبردستی کھاتے اور اُڑاتے ہیں، کسی کو قتل کرتے ہیں کسی کا گلا دباتے ہیں، اُن کی تم اطاعت کرتے ہو، اُن کا کہا مانتے ہو ان کو عقل منداور ہوشیار سمجھتے ہو، اُن کو اپنا خیر خواہ اور اپنا دوست سمجھتے ہو، اُن کے ساتھ کھاتے پیتے ہو، اُن کے ساتھ اُٹھتے بیٹھتے ہو۔

قوم نے جواب دیا کہ تم جادوگر ہو، تم ہم جیسے انسان ہو، ہم تمہارا کہنا نہیں مانتے، ہاں اگر تم سچے ہو تو کوئی نشانی دکھاؤ۔

اللہ کی اونٹنی

حضرت صالحؑ نے کہا، تم کون سی نشانی چاہتے ہو۔

قوم نے کہا۔ اگر تم سچے ہو تو اس سامنے والے پہاڑ سے ایسی اونٹنی نکالو جس کے اُسی وقت بچہ پیدا ہو۔

قوم سمجھتی تھی کہ اونٹنی پہاڑ سے نکل نہیں سکتی، اونٹنی تو اونٹنی ہی سے پیدا ہوتی ہے، زمین سے کب اونٹنی پیدا ہوئی ہے، پہاڑ کے اندر سے کب اونٹنی نکلی ہے، اب تو یقین ہے کہ صالحؑ ہار جائیں گے اور خوب شرمندہ ہوں گے نبوت کا بہت دعویٰ کرتے ہیں، اب دیکھیں کتنے سچے ہیں، ہم بھی اُن کی روز روز کی نصیحت اور بار بار کے سمجھانے سے نجات پا جائیں گے۔

قوم اللہ کی قدرت سے بے خبر تھی کہ وہ جو چاہے دَم کے دَم میں کر دے اُسے کچھ مشکل نہیں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

حضرت صالح سمجھتے تھے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے، جو چاہتا ہے پلک جھپکنے سے پہلے کر دیتا ہے اور اس کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔

حضرت صالحؑ نے اللہ سے دعا کی کہ بارالٰہا جو کچھ یہ دیکھنا چاہتے ہیں اُن کو دکھا دے، تو ہر چیز پر قادر ہے، ہر شے پر حاوی ہے۔

دفعۃً پہاڑ پھٹا، اونٹنی نکلی، اور نکلتے ہی اُس نے بچہ دیا۔

لوگ حیرت میں آگئے اور بہت گھبرائے مگر ایمان نہ لانا تھا نہ لائے۔

باری باری

حضرت صالحؑ نے قوم سے کہا، یہ اونٹنی اللہ کی بھیجی ہوئی نشانی ہے، تمہاری فرمائش پر اس کو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے پیدا کیا، اس کی عزت کرو، اگر تم نے اس کے ساتھ کوئی برائی کی تو یاد رکھو بہت سخت عذاب میں مبتلا کئے جاؤ گے اور اس عذاب کو دور نہ سمجھو۔

دیکھو یہ اونٹنی اللہ کی ہے، اس کی زمین پر چلے گی

پھرے گی، گھاس دانہ کھائے گی، اس کے بنائے ہوئے تالاب اور چشموں سے پانی پئے گی، تمہارے ذمہ نہ اس کا چارہ ہے نہ پانی۔

اس کے لئے اللہ کی زمین میں بہت کچھ چارہ اور پانی موجود ہے۔

وہ اونٹنی بہت بڑی اور عجیب صورت کی تھی۔

جب وہ جنگل چرنے آتی تھی تو جنگل کے تمام جانور بھاگ جاتے تھے۔

جب وہ پانی پینے کے لئے نکلتی تھی تو تالاب اور چشموں سے سب جانور ڈر کر نکل بھاگتے تھے۔

حضرت صالحؑ نے جب یہ دیکھا تو قوم سے کہا کہ باری مقرر کر لو، ایک دن یہ اونٹنی چارے پانی کے لئے نکلے اور ایک دن تم سب کے جانور نکلیں۔

بس پھر یہی ہونے لگا، ایک دن اونٹنی جنگل جاتی تھی، دوسرے دن شہر کے تمام جانور جاتے تھے۔

ثمود کی دشمنی

قوم یہ کب گوارا کرسکتی تھی کہ اُن کے جانوروں کا ایک دن چھن جائے۔

قوم اس پر کب راضی ہوتی کہ پورے ایک دن اُن کے جانور بھوکے پیاسے گھر میں بندھے رہیں، وہ اس اونٹنی سے تنگ آگئے کہ اس کی وجہ سے ہمارے جانور جنگل میں ٹھہر نہیں سکتے اور گھبرا کر بھاگ جاتے ہیں، اس کی وجہ سے ہمارے جانور ایک دن بھوکے پیاسے رہتے ہیں، قوم کے دل پر سانپ لوٹنے لگا۔

حضرت صالحؑ اُن کو ڈرا چکے تھے کہ اگر اس کے ساتھ برائی کروگے تو تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا، مگر کون ڈرتا ہے اُن کی آنکھوں کا پانی ڈھل چکا تھا، ایسی بے باک اور دلیر قوم تھی کہ جس کو کسی بات کا ڈر نہ تھا۔

چپکے چپکے اس کے قتل کرنے کی تجویز کرنے لگے۔

ایک نے کہا، اس کو کون قتل کرے گا؟

دوسرے نے کہا؟ ہم قتل کریں گے، تیسرے نے کہا، ہم قتل کریں گے۔

پھر وہ دونوں آدمی جنگل گئے اور اونٹنی کے انتظار میں بیٹھ گئے، جب وہ اونٹنی نکلی تو پہلے ایک آدمی نے تیر مارا، دوسرے نے اس کی کونچیں کاٹ دیں اور وہ تڑپ کر مر گئی۔

دردناک عذاب

جب حضرت صالحؑ کو معلوم ہوا کہ اس بد بخت اور نافرمان قوم نے اونٹنی کو قتل کر دیا تو وہ ہاتھ مَل کر رہ گئے اور وہ اس کی موت پر بہت رنجیدہ ہوئے۔

قوم سے کہا، تم لوگ اپنے اپنے گھروں میں اور چین کرلو، مزے اُڑالو پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے۔

اس قوم میں نو آدمی تھے جو پرلے درجے کے

بدمعاش اور شریر تھے ہر وقت لوگوں میں فتنہ وفساد برپا کرتے رہتے تھے، اور لوگوں کو لڑواتے رہتے تھے، اُنھوں نے کہا، آج ہم صالحؑ کو اور اُن کے گھر والوں کو قتل کردیں گے، اور جو کوئی پوچھے گا تو کہہ دیں گے کہ ہم کیا جانیں۔

مگر جس کی اللہ تعالیٰ حفاظت کرے اُسے کون مار سکتا ہے، اللہ نے اُن کی حفاظت کی، کوئی کچھ نہ کرسکا۔

چوتھے دن صبح ہوتے ہوتے سخت زلزلہ کے ساتھ ایسی ہیبت ناک دل دہلا دینے والی چیخ شروع ہوئی کہ خدا کی پناہ، لوگوں کے دل ہل ہل گئے جگر پھٹ پھٹ گئے، سارے شہر میں ہل چل مچ گئی، پورے شہر میں تہلکہ پڑگیا۔

مکان گر رہے تھے، درخت جڑ سے اُکھڑ رہے تھے آواز دم بہ دم تیز ہوتی جارہی تھی۔

مرد فریاد کرتے تھے، عورتیں چیختی تھیں، لڑکے

روتے اور بلکتے تھے۔

کون بچاتا اور کون اس عذاب کو دور کرتا، اللہ دور کرتا، اور جب اللہ ہی ناراض ہوکر عذاب بھیجے تو پھر وہ کیسے دور ہوسکتا ہے، اور وہ کہاں بھاگ کر جاتے، جہاں جاتے وہاں اللہ اور اس کی زمین تھی، سارا شہر تباہ ہو گیا پورا ملک برباد ہوگیا، پوری بستی ویران ہوگئی۔

حضرت صالحؑ مسلمانوں کو لے کر اس بد بخت اور منحوس شہر سے نکل گئے اور نکلتے وقت اپنی قوم کی طرف دیکھا اور غمگین آواز سے کہا:

"اے قوم! میں نے تم کو بہت سمجھایا ہر ہر طریقہ سے تم کو نصیحت کی اور ڈرایا دھمکایا اور برابر اپنے پروردگار کا پیغام پہونچاتا رہا، مگر تم نہ ایمان لائے نہ میرا کہا مانا۔

اے قوم! اگر تم لوگ میرا کہا مان لیتے، میری اطاعت قبول کرلیتے تو یہ دن نہ دیکھتے"

عذاب کے بعد اس شہر کی حالت نہ پوچھو، وہ عالی شان محل، وہ اُونچی اُونچی شان دار عمارتیں، وہ پھل پھول والے سرسبز شاداب باغات، وہ تالاب چشمے وہ بہترین شہر، وہ شہر جو منہ سے بول رہا تھا، وہ باغات جن کی ڈالیاں پھلوں اور میوؤں کے بوجھ سے جُھکی پڑتی تھیں، ٹوٹی جاتی تھیں، وہ زمین جو سرسبزی اور شادابی میں اپنا جواب آپ تھی وہ ملک جس پر کبھی اُنہیں ناز تھا، سمجھتے تھے کہ ہمیشہ رہیں گے، کبھی اس سے جُدا نہ ہوں گے، وہ سنسان پڑا ہے، ہو کا عالم ہے اور اُداسی برس رہی ہے۔

آج وہاں اُلّو بول رہا ہے، اب وہی شہر عبرت کی تصویر ہو گیا، اور وہاں کے رہنے والوں کے قصے عبرت کے افسانے ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو اچھے کاموں کی توفیق دے اور بُرے کاموں سے بچائے اور اسلام پر خاتمہ

کرے۔آمین

ہمارے سردار، ہمارے آقا، ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ تبوک کے لئے جاتے وقت اس شہر کی طرف سے گزرے تو آپؐ نے اپنے صحابہ کرامؓ سے فرمایا:

"تم لوگ اس شہر کو نہ دیکھو اور چہرے پر نقاب ڈال لو، اور روتے ہوئے اس شہر میں داخل ہو، اور روتے ہوئے نکلو اور جو کچھ کھانا پانی یہاں لائے ہو پھینک دو، ورنہ تم بھی عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے، یہ ایسی بستی ہے اور ایسا منحوس شہر ہے کہ اس پر عذاب آیا تھا، یہاں کے رہنے والوں نے اللہ کی نافرمانی کی، اس کی یاد دل سے بھلا بیٹھے، بتوں کی پرستش کی، اسی وجہ سے عذاب میں گرفتار ہوئے۔"

اللہ کی پناہ!

اللہ اپنے عذاب سے اور دنیا و آخرت کی ذلّت

ورسوائی سے ہر مسلمان کو محفوظ رکھے۔

آمین

حضرت صالحؑ پر اللہ کی بے شمار رحمتیں اور برکتیں ہوں، اور اللہ کی سلامتی ہو۔

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۚ